مسز سمپسن

مسز سمسن

مولفۂ

فیض محمد و سید بادشاہ حسین

ناشر

سید عبدالقادر اینڈ سنس

گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز و پبلشرز

حیدرآباد دکن

قیمت　　مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس　　(عہ)

۹۳۰

مسیح

مسز سمپسن درباری لباس میں

پہلا باب

تمہید

انگریز ڈرامہ نویس شکسپیر کے قول کے مطابق دنیا ایک اسٹیج ہے
جہاں ہر مرد و زن آتے اور اپنا تماشہ کر کے چلے جاتے ہیں
لیکن ان میں عورت کی زندگی بالاکثر ایک رومان ہوتی ہے اور اس کا
پارٹ بڑا دلچسپ ہو جاتا ہے جبکہ کوئی اس کی زلف گرہ گیر میں گرفتار
ہوتا یا یہ خود کسی پر فریفتہ و وارفتہ ہو جاتی ہے۔ لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد،
وامق عذرا کی داستانیں گو افسانے سہی لیکن ان میں ایک ایسی
حقیقت ضرور پوشیدہ ہے جو فطرت انسانی سے بالکل قریب
تر ہے۔ دنیا ان کی داستانوں کو حیرت اور استعجاب سے پڑھتی
اور اُن کی رومانوی زندگی سے متاثر ہو کر تڑپ جاتی ہے لیکن اگر
ہم ذرا غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا اسٹیج آدم سے لیکر ابتک

انھیں داستانوں اور افسانوں سے بھرا پڑا ہے اور اسچ تو یہ ہے کہ اس طرح کی رومانوی زندگی فطرت انسانی کا ایک ایسا ناگزیر حصہ ہے کہ اگر اس سے علحدہ کر دیا جائے تو زندگی بے مزہ ہو جائے

آج دنیا کی مشہور ترین عورت جس کا نام بچے بوڑھے، مرد عورت اور امیر غریب سب کی زبان پر ہے وہ نہ تو کسی ملک کی شہزادی ہے، نہ رقاصہ، نہ انشا پرداز، نہ ڈاکٹر، نہ فن کار اور نہ فلم ایکٹریس۔ بلکہ یہ ایک ایسی عورت ہے جسے آج سے چھ ماہ قبل کوئی بھی نہ جانتا تھا، نہ اس کے خاندانی مراتب کی کسی کو فکر تھی اور نہ اس کی حرکات و سکنات کو کوئی تنقیدی نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن آج ہم دیکھتے ہیں اس کا نام زباں زد خاص و عام ہے اور دنیا کے ہر گوشے میں اس کی رومانوی زندگی کے افسانے آفتاب کی شعاعوں کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ عورت دنیا کے اسٹیج پر ایک ہیروین کا پارٹ ادا کر رہی ہے اور ساری دنیا مبہوت اور دم بخود اس کی تماشہ بین ہے!

یہ بین الاقوامی شہرت رکھنے والی عورت امریکہ کی باشندہ مسز والس سمپسن ہے۔ وہی عورت جو کچھ عرصہ قبل دنیا کی نظروں میں ہونے والی ملکۂ انگلستان سمجھی جاتی تھی!!

دنیا میں ہر روز نت نئے افسانے جنم لیتے ہیں لیکن بہت کم دنیا والوں نے ایسا عجیب و غریب اور رمزیدار افسانہ سنا ہوگا اور

شاید ہی دنیا کی کسی عورت نے اتنے تھوڑے عرصہ میں انفرادی طور پر اتنی شہرت حاصل کر لی ہو کہ دنیا کی توجہ کا مرکز بن جائے۔ کون ہے آج جو اس کی شبانہ روز روزانہ مصروفیات، اس کے لباس، اس کے تحائف، اس کے ملاقاتی۔ غرض اس کی نشست و برخواست کے ہر پہلو پر، نہ صرف سرسری بلکہ تنقیدی نظر نہ ڈالتا ہو، اس کے کسی کے ساتھ چار نوش کرنے یا اس کے بازار جا کر قیمتی اشیاء کو خرید کرنے یا جدید فیشن کا لباس زیب تن کرنے سے کسی کو کیا واسطہ؟ کیوں کوئی اتنی دلچسپی سے سات سمندر پار رہنے والی عورت کی زندگی کا مطالعہ اتنی عمیق نظروں سے کرے؟ لیکن نہیں ہر پہلو میں ایک دل ہوتا اور ہر دل میں ایک جاگتا ہوا احساس۔ دنیا میں ایسی رومانوی زندگی اور اس کی جزوی تفصیلات سے زیادہ کوئی اور چیز اس کے لئے دلکش اور جاذب توجہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر شخص کی زبان پر اس کا چرچا ہے، گھر گھر اس کے افسانے دہرائے جا رہے ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ کہتا اور ساتھ ہی کسی دوسرے سے بھی کچھ سننے کا آرزومند رہتا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ ممالک متحدہ اور دنیا کے سارے ممالک کی آبادی کا یہی موضوع بحث ہے، بچے والدین سے اس کے متعلق استفسار کرتے ہیں، میاں بیوی کے سامنے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہے، دوست احباب اس کو اپنی گفتگو کا موضوع بنائے ہوئے ہیں اور بالخصوص نوجوانوں کی خوش گپی کا مرکز یہی اور صرف یہی عورت ہے۔

دنیا اس واقعہ سے اس درجہ متاثر ہو چکی ہے کہ مسز سمسن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بےچین ہے اور سچ تو یہ ہے کہ تاوقتیکہ اس عورت کی سوانح حیات کا پوری طرح علم نہ ہو، اس افسانہ کا لطف برابر نہیں آسکتا۔

اس عورت کی کہانی کے ابتدائی اوراق بالٹی مور میں ملتے ہیں جہاں اس نے اپنا یتیمی کا بچپن بیوہ ماں کی گود میں گذارا۔ باپ کے انتقال کے وقت اس کی عمر صرف تین سال کی تھی اور غریب ماں بے سروسامانی کی حالت میں اپنے شوہر کی تنہا یادگار کے ساتھ زندگی گذار رہی تھی۔ اس کی انتہائی آرزو یہ تھی کہ بچی بڑھے پھولے پھلے اور ایک خوشگوار زندگی گذارے، اور بس لیکن قدرت چاہتی تھی اس بچی کو جس کا نام والس وارفیلڈ تھا ایک دل دنیا کے اسٹیج پر اسطرح لا کھڑے کرے کہ وہ دنیا کے لئے ایک ہیروین بن جائے اور ایسا ڈرامے کھلائے کہ لوگوں کے دلوں میں ماضی کے عشق و محبت کی داستانیں پھر سے تازہ ہو جائیں!

والس وارفیلڈ ۱۹ جون ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئی۔ اس کی نوجوان اور مغرور ماں نے اپنی نومولود ننھی بچی کو دیکھ کر مسکرایا اور مغرورانہ بے اعتنائی کے ساتھ اس کا نام باپ کے نام پر والس وارفیلڈ رکھا اور کہا

"گو لڑکی ہے تاہم میں چاہتی ہوں کہ اس کا نام باپ کے

نام پر رکھا جائے۔"

اس بچی میں ماں باپ کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں اور خصوصاً ماں کی ذہانت اور بردباری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور ان مختلف خصوصیات میں سے غالباً یہ بھی ایک خصوصیت ہے جس نے اسے آج اس کے لئے شہرت دوام دلا دی۔

والس کا بچپن اس مکان میں گذرا جو اس کے اسلاف کو برطانوی شاہی عطیہ کے طور پر دیا گیا تھا۔ اس کے اجداد مسٹر اور مسز میاک ٹروفیلڈ اسی مکان میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان اس خاندان کو اسوقت ملا جبکہ ۱۶۶۲ء میں رچرڈ وارفیلڈ امریکہ آیا تھا۔ مسز سمپسن کی ابتدائی زندگی امریکہ میں گذری البتہ بعد میں وہ انگلستان آئی۔

مسز سمپسن کچھ ایسی زیادہ بلند قامت نہیں ہے بلکہ اس کا قد ۵ فٹ ۴ انچ ہے لیکن چھریرے بدن کے باعث کسی قدر اونچی نظر آتی ہے۔ اس کے چہرے کے خط و خال بڑے عجیب و غریب ہیں جیسے حسن کار بہت پسند کرتے ہیں اونچی پیشانی، بھورے بال اور ان میں ایک مخصوص چمک ـــــ وہ بالوں کی آرائش میں سادگی کو زیادہ پسند کرتی ہے اور کبھی کبھی ہیرے کا کانٹا لگاتی ہے۔ اس کی آنکھیں نیلی، رنگ گندمی، دانت موتی جیسے سفید اور ہونٹ بہت ہی جاذب نظر ہیں۔ اس کے پیر چھوٹے اور خوبصورت ہیں۔ اس کا احساس خود مسز سمپسن کو بھی ہے چنانچہ یہ مشہور ہے کہ وقت واحد میں وہ اپنے لئے ۱۸ جوڑ جوتے خریدتی ہے۔ مسز سمپسن کی

آواز بڑی سریلی ہے، اتنی سریلی کہ ناممکن ہے کہ جس شخص نے اس سے ایک مرتبہ بھی بات کی ہو مدت العمر اس مختصر بات چیت کو بھول سکے۔

مسز ہمسن کے متعلق ایک اس کے بچپن کے دوست کا بیان ہے "اس کے خط و خال انفرادی طور پر حسین کہے جا سکتے ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے وہ حسن کا مجسمہ نہیں البتہ اس کی شخصیت جاذب نظر ہے"

ایک دوسرا شخص جو اس کا سب سے زیادہ دوست ہے کہتا ہے "میرے نزدیک والس کی خصوصیت اس کی خود ضبطی، اس کی ہمت اور اس کا خلوص ہے، وہ بہت ستیں ہے نمائشی نہیں۔ لیکن جب محبت اور خلوص کا اظہار کرتی ہے تو اس شخص کو مات کر دیتی ہے جو قدم قدم پر جذبات کی نمائش کر سکتا ہے۔ وہ بہت ہی مردم شناس اور ہوشیار ہے اور اس کی سب سے بڑی جاذبیت یہ ہے کہ اس میں تصنع نام کو ظاہر نہیں ہوتا، میں نے کبھی اسے بنتے نہیں دیکھا"

اپنے زبردست رومان سے قبل مسز ہمسن ۱۶ اکمبرلینڈ ٹیرس ریجنٹ پارک لندن میں رہتی تھی۔ یہاں وہ سوسائٹی میں بہت ہر دل عزیز تھی چنانچہ جب اس نے یہ مکان کرایہ پر لینے کا ارادہ کیا تو اطراف و اکناف کے مکانوں کے کرائے بڑھ گئے۔ اس کی ہر دل عزیزی اور اس کی ملاقات کے دائرہ کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر روز مسز ہمسن کے نام جتنے خط آتے تھے کہ شاید امریکہ کی کسی مشہور ترین فلم اسٹار کے پاس بھی آتے ہوں، اس کی

شہرت کا ستارہ اس وقت اپنی انتہائی بلندی پر پہنچ گیا جب کہ اس نے مسٹر سمسن سے طلاق لی۔ اس وقت دنیا کے اخباروں نے اس کے معاملہ میں اتنی گہری دلچسپی لی کہ اہم سے اہم خبروں کو پس پشت ڈال کر اپنے سرورق کو اس کے واقعات سے مزین کرنے لگے۔ اس موقعہ پر لوگوں نے اور بالخصوص اخباری دنیا نے بڑی بڑی گپیں لگائیں اور خواہ مخواہ مشہور کر دیا کہ مسز سمس اڈورڈ ہشتم کو "ڈیوڈ" کہہ کر پکارتی ہے یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، وہ بھی دوسروں کی طرح ہمیشہ اڈورڈ ہشتم کو "سر" یا "یور مجسٹی" کہکر مخاطب کرتی رہی۔

سوسائٹی میں مسز سمس کی شہرت اور مقبولیت کا باعث اس کی سلیقہ سے ترتیب دی ہوئی ضیافتیں ہیں۔ لوگ اس کی ضیافتوں میں شرکت کرنے کے آرزومند رہتے تھے۔ ان مواقع پر مہمانوں کی تعداد محدود اور کبھی ۱۲ یا ۱۴ سے زیادہ نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ زیادہ آدمیوں کو مدعو کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کے مہماں اکثر معززاور بڑے لوگ ہوتے تھے۔ سر الفرڈ ڈف کی حسین بیوی لیڈی ڈیانا ڈف، لارڈ اور لیڈی مونٹ بیٹن، راجرسے میگڈانلڈ سابق وزیر اعظم، لیڈی آکسفورڈ، لیڈی منڈل وغیرہ اکثر مہمان رہتے تھے۔ لوگ ان دعوتوں کو اس لئے پسند کرتے تھے کہ مسز سمس صد درجہ سلیقہ شعار عورت ہے۔ اس کا طرز تکلم، اس کے عادات و اطوار، اس کا میل جول اور اس کے دلچسپ مباحث احباب کے دل موہ لیتے تھے اور سب سے بڑی

خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر مذاق کے آدمی کی دل بھلائی کر سکتی اور امیر غریب اور چھوٹے بڑے سب کے ساتھ یکساں اخلاق و مروت سے پیش آتی تھی۔

مہمانوں کے انتخاب میں مسز ہمسن ان کے مختلف طبائع اور مختلف مذاق کا خاص طور پر خیال رکھتی ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کھیل کے دلدادہ احباب کو سیاست میں الجھے ہوئے احباب کے ساتھ دعوت دے کر دونوں کا لطف کرکرا کر دے بلکہ پہلے تو وہ ایسے موقعے آنے نہیں دیتی اور اگر کسی وقت ان مختلف فیہ طبائع کو ایک ساتھ مدعو کرنا ناگزیر ہو جائے تو وہ ان کی طبیعتوں کے لحاظ سے ان کی علیحدہ علیحدہ ٹکڑیاں کر دیتی ہے جس سے دعوت کا مسئلہ حل ہو کر اس کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے، کھلاڑیوں کی محفل میں کھیل کا نفیس سامان مہیا کرتی اور خود بھی برج بڑے شوق سے کھیلتی ہے، اڈورڈ ہستم کی طرح اسے بھی tennis کھیلنے میں ید طولیٰ حاصل ہے۔

مسز ہمسن کا مذاق عجیب نرالا ہے۔ اسے پُرتکلف آرائشی سامان سے قطعاً دلچسپی نہیں بلکہ وہ اپنے خاص کمرہ کو سادگی سے سجا کر اپنے سنجیدہ مذاق کا ثبوت دیتی ہے۔ اس کے کمرہ میں بڑے بڑے گلدانوں میں خوبصورت اور بڑے پھول ہمیشہ نظر آئیں گے۔ پھولوں سے اسے بڑی محبت ہے اور ان کی سجاوٹ میں اسے خاص مہارت ہے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں پہنتی کم ہے۔

زیوروں کا اسے بہت شوق ہے اور بہت قیمتی زیور پہنتی ہے۔ ہیرے، نیلم، پکھراج اور الماس سے اسے خاص دلچسپی ہے اور وہ اسے زیب بھی دیتے ہیں۔ سادہ بھورے نیلگوں پوشاک پر اس کے قیمتی مالے بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جب کسی محفل میں وہ اس انداز سے داخل ہوتی ہے تو ہر آنکھ اس کی طرف اٹھتی اور ہر دل اس سے متاثر ہوتا ہے۔

یہ تو اس وقت کا حال ہے جبکہ مسز سمس کے پاس دولت کی فراوانی تھی اور ہر قسم کا سامان آسائش مہیا تھا لیکن سادگی، سلیقہ اور صورت ہر حال میں نمایاں ہو جاتی ہے چنانچہ جب اس کا س عمر ۱۶ برس کا تھا اس وقت بھی اس کا یہی عالم تھا اور مدرسہ اولڈ فیلڈ کا صدر اس کے غیر معمولی ہنرمندانہ سلیقے اور سادگی سے حد درجہ متاثر ہوتا اور دوسروں کے سامنے اسے نمونہ کے طور پر پیش کرتا تھا۔ مسز سمسن واقعی طبعاً لطافت پسند اور سلیقہ شعار ہے۔

مسز سمسن سے اڈورڈ ہشتم کی پہلی ملاقات گو ایک کہانی سہی لیکن ہے دلچسپ اور حقیقی۔ ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو قصر بکنگ ہام میں ایک دربار تھا جس میں تمام ارکانِ خاندان شاہی اپنے نفیس درباری لباس میں حاضر تھے ڈیوک آف کناٹ، شاہ جارج کے چچا بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔

یہ دربار اپنی نوعیت کا ایک تھا۔ ممالک متحدہ، فرانس، برنیرل،

پرتگال، چلی، جاپان، روس وغیرہ ممالک کے مدبر، سیاسی، فوجی عہدہ دا
اوران کی معزز خواتین موقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے زرق برق اور
قیمتی پوشاکوں میں ملبوس تھیں۔ اس احضارِ خواتین Presentation
کے موقعہ پر صرف سابق شاہ انگلستان جارج پنجم تشریف فرما تھے اور
باقی سب مہمان اور اعیانِ سلطنت خاموش استادہ تھے۔ ڈیوک آف
کناٹ پرنس آف ویلز کے پیچھے ہی تھے۔ انہوں نے پرنس سے پوچھا۔

"کیا تعداد زیادہ ہے؟"

"سنتا ہوں امریکہ کی ایک خاتون مسز سمسن بہت جاذب
نظر ہے، میں اس سے بعد میں ملنے کی توقع رکھتا ہوں"
پرنس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس رات کو
لیڈی فرنیس کے ہاں دعوت تھی جس میں مسٹر اور مسز سمسن
بھی مدعو تھے۔ دربار کے بعد دعوتی لیڈی فرنیس کے
گھر پہنچے اور پُر لطف صحبت کے بعد ذرا دیر سے گھر لوٹے۔

دوسری صبح کو جب مسز سمسن کی نوکرانی اخبار اور خطوط لینے نیچے اتری تو دربان نے پوچھا

"رات شاہی خاندان کے رکن تمہارے گھر آئے تھے کیا؟"

"ہاں تمہارا مطلب مسز سمسن کے تیں پروں سے ہے نا؟"

"ہاں پروں سے، کیا تمہیں نہیں معلوم رات مسٹر اور مسز سمسن پرنس آف ویلز کی
موٹر پر گھر آئے؟ کیا تمہیں اس کی بھی خبر نہیں کہ پرنس نے خود انہیں یہاں
لاکر چھوڑا؟"

دوسرا باب

بچپن

ہنری میاک لیڈ وارفیلڈ، والس کا دادا تھا۔ اس نے غیر معمولی کامیاب عملی زندگی گذاری ہے، میری لینڈ میں جب جانہ جنگیوں کا طوفاں عظیم برپا تھا، ہنری پبلک کاموں میں پیش پیش رہتا تھا، اس کے کام کی بنا پر اسے ۱۸۵۹ء میں بالٹی مور میں جو اصلاحات رونما ہونے والے تھے اس کا معتمد بنایا گیا اور محض اس کوشش اور جستجو تھی کہ اس کی پارٹی کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کے نتیجہ کے طور پر اس پارٹی نے جو بالٹی مور میں جمہوری اصلاحات دیکھنا چاہتی تھی، اسے مجلس قوانین جنگ میں بحیثیت رکن کے منتخب کیا۔

ہنری ریاستوں کے حقوق کا بڑا طرفدار تھا۔ یہ اس کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ اس کے باپ دادا کوئی دو سو سال سے میری لینڈ میں زمینداری کرتے آرہے تھے۔

۱۲ ستمبر کی ایک رات قابل یادگار ہے اس لئے کہ اس رات کو

انقلاب پسندوں کے جنرل جان اے۔ڈکس کمانڈر محکمۂ وفاق کے حکم سے گرفتار کیا گیا۔ہنری بھی انھیں کے ساتھ قید کر لیا گیا اور ڈیڑھ سال تک قید ہی میں پڑا رہا۔ اس کے بعد اس سے کہا گیا کہ رہائی دی جائے گی لیکن تم پر حکومت کے ساتھ اتحاد کرنے کی قسم کھانی ہوگی۔ یہ بات ہنری کی طبیعت کے بالکل خلاف تھی اور اس نے فوراً اس سے انکار کر دیا۔ دوستوں اور عزیزوں نے اس کی رہائی کی بہتری کوشش کی لیکن سب بے سود۔ اس سلسلہ میں خود ہنری نے بھی معتمد جنگ سے بہت کچھ مراسلت کی جو عرصہ گذرنے کے باوجود آج بھی اس لئے دلچسپ ہے کہ اس سے اس زمانہ کے حالات پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

ہنری بہت ہی بہادر طبیعت اور صاف گو تھا، ایک خط میں اس نے معتمد جنگ کو لکھا۔

"مجھے بغیر کسی الزام کے قید کیا گیا ہے اور میں اپنی رہائی چاہتا ہوں لیکن بغیر کسی شرط کے"

آخر کار حکومت نے اسے ڈیڑھ سال بعد رہا کر دیا۔ قید سے واپس آنے کے بعد اس نے ایک کمپنی کی داغ بیل ڈالی جو کرانہ اور آٹے کی برآمد کرتی تھی اس کی دوسری سماجی کوشش بالٹی مور میں ایوان تجارت کا قیام ہے۔ بعد میں ہنری اپنی ذاتی قابلیت اور کارکردگی کے باعث بالٹی مور اور اوہیو کی ریل کا ڈائرکٹر بن گیا۔

اس زمانہ میں اس نے مختلف سماجی تحریکات پیش کیے جو امریکہ کی اصلاحی تاریخ میں قدر کی نگاہوں سے پڑھے جاتے ہیں ۔

اس کی کارگزاری کا دائرہ امریکہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس نے آسٹریلیا تک اس کا جال پھیلا دیا تھا۔ وہاں اس نے اپنی کمپنی کی ایک شاخ کھولدی اور بادبانی جہاز سے پہلی مرتبہ ۸ ماہ کا لمبا تجارتی سفر کیا۔

والس کا باپ ٹیکل والس وارفیلڈ تھا جو میری لینڈ کے گورنر وارفیلڈ کا رشتہ دار تھا۔ والس کے پیدا ہونے کے کچھ ہی بعد اس کا انتقال ہوگیا اور مسز ٹیکل اپنی سقیم حالت کے باعث بڑی الجھن میں پڑگئی اور مجبوراً اسے لوگوں کو اپنے گھر میں رکھکر گذر اوقات کرنی پڑی کیونکہ اس خاندان نے کمایا تو بہت لیکن سب پبلک خدمات میں صرف کر کے خود محتاج ہو گیا تھا۔ امریکی اخبار افواہیں اڑانے میں بڑے تیز ہیں، انہوں نے مسز ٹیکل کو اس حال میں دیکھکر پریشان کرنا شروع کیا اور اخبارات میں اس کی لڑکی کے متعلق جو جی میں آئی لکھ مارا حالانکہ اس زمانہ میں وہ ابھی بچی تھی۔

۱۲ سال کی عمر میں بیبی والس (مسز سمپسن) اپنے چچا کے پاس چلی گئی۔ اس کا چچا مسٹر سلومس ڈیوس وارفیلڈ مالدار شخص تھا۔ یہ بعد میں سی بورڈ ایرلائن ریلوے کا صدر بھی ہوا اور ۱۸۹۴ء میں پریسیڈنٹ کلیولینڈ نے اسے پوسٹ ماسٹر کا عہدہ دیا۔ بلحاظ عمر یہ سب سے کمسن عہدہ دار تھا۔

مسٹر سلومن نے کوئی شادی نہیں کی تھی جس کے باعث اسکی ساری توجہ کا واحد مرکز کمسن اور بھولی بھالی لڑکی والس تھی۔ وہ ہمیشہ اسے دل سے پیار کرتا ہر طرح کے ناز اٹھاتا اور اپنی اولاد کی طرح چاہتا تھا۔

والس اس حال میں بڑی خوش اور بے فکر تھی۔ تمام دن اِدھر اُدھر گھومتی اور نوجوان ہم عمروں میں وقت گذارتی تھی۔

سلومن وارفیلڈ کا سوائے اس کی اپنی بوڑھی ماں کے اور کوئی والس سے قریبی رشتہ دار نہ تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال کے بعد اس کا تمام اثاثہ والس کو مل گیا جس سے وہ اپنا مستقبل کو کامیاب بنانے تعلیم پانے اور سماجی مجلسوں میں شرکت کے قابل بن سکی۔

تیسرا باب

مدرسہ کے دن

جیمی والس نے کمسنی کے زمانہ میں ارنڈیل کے مدرسہ میں تعلیم پائی یہ مدرسہ اس کے گھر سے بہت قریب تھا جہاں صرف دن میں تعلیم ہوتی تھی اور رہائش وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یہ کوئی ایسا بڑا مدرسہ نہ تھا چنانچہ اب باقی بھی نہیں ہے۔

باپ کے انتقال اور ماں کی سقیم حالت کے باعث والس کی ابتدائی تعلیم کچھ اچھے پیمانہ پر نہیں ہوئی لیکن بعد کو چچا کی سرپرستی میں اسے اچھے مدرسہ میں تعلیم پانے کا موقعہ ملا چنانچہ ۱۹۱۲ء میں یہ مدرسہ اولڈ فیلڈز میں شریک ہوئی۔ جس زمانہ میں والس یہاں داخل ہوئی، مدرسہ اپنے شباب پر تھا اور پوری ترقیوں کے ساتھ بہتر سے بہتر اصولوں پر چل رہا تھا۔

مس ناں اس مدرسہ کی نگرانکار تھی اور وہ لڑکیوں کی تعلیم و

تربیت پر اپنی اتنی توجہ صرف کرتی تھی کہ کوئی سے یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ یہاں کی لڑکیاں تمیز و سلیقہ میں کبھی کسی سے پیچھے رہیں گی کیونکہ مس نان ایک سلیقہ شعار اور ہنرمند عورت تھی۔ علاوہ ازیں وہ لڑکیوں کی اٹھان اور ان کی تربیت پر زیادہ توجہ کرتی تھی ــــــ دراصل لڑکیوں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش کا بھی واحد طریقہ یہی ہے۔

مدرسہ کے ہر دروازہ پر جلی حروف میں یہ اعلان چھپا نظر آتا تھا "لڑکیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر وقت نرمی اور شائستگی برتیں"

اور اس سبب سے اس مدرسہ کی باسکٹ بال کی دو ٹیموں کے نام (Gentleness) تہذیب و نرمی اور (Courtesy) (شائستگی) تھے۔ ان ٹیموں کا کام مدرسوں سے مقابلہ کرنا نہ تھا اور نہ مس نان اس کی اجازت دیتی تھیں بلکہ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔

والس (Gentleness) میں شریک تھی اور برابر اپنی ٹیم کے ساتھ کھیلا کرتی لیکن اسے باسکٹ بال سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اس نے کبھی اس قسم کے کھیلوں سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا کیونکہ اس زمانہ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بمقابل دوسری لڑکیوں کے اس نے کھیلوں میں جوش و خروش یا انہماک کار کا ایسا اظہار نہیں کیا جیسا کہ اس کی سہیلیاں کیا کرتی تھیں۔

مدرسہ کے ضابطہ کے تحت لڑکوں سے خط وکتابت کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ ایک دن مس نان نے کھلے بدوں جماعت میں حسب ذیل اعلان کیا تو تمام لڑکیوں کے ہوش پران ہوگئے۔

"لڑکیو! آج میں تم سے ایک نہایت ہی اہم معاملہ مین کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے ایک لڑکی نے میرے مدرسے کے اہم ضابطے کی خلاف ورزی کی۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کا میرے پاس کافی ثبوت موجود ہے بلکہ میں نے یہ حرکت خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ میرا مطلب اس ناشائستہ حرکت سے ہے جو بعض لڑکیاں لڑکوں کو خط لکھکر کر رہی ہیں!"

اس وقت والس تو مدرسہ کے پہلے سال میں تھی اور دوسری تمام لڑکیاں جانتی تھیں کہ اس جرم کی کیا سزا بھگتنی پڑے گی۔ سب کی سب حیران و پریشان تھیں کہ کس طرح اپنے بچاؤ کی تدبیر نکالے۔ ایک طرف مس نان کی ضبط پسند طبیعت اور دوسری طرف غلطی کی اہمیت کا احساس۔ مگر انتشار کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مجرم لڑکی کا کسی کو علم نہ تھا، ہر لڑکی اسی الجھن میں تھی کہ کہیں اس کو تو نشانۂ ملامت نہ بنایا جائے گا۔ اس اداسی کی حالت میں ان کے کانوں میں پھر سے یہ آواز گونجی

"میں چاہتی ہوں کہ جن لڑکیوں نے ایسی غلطی کی ہے
وہ کل میرے کمرے میں آکر اس کا اعتراف کریں۔"

مس نان کی یہ آواز مدرسے کی ۵۶ لڑکیوں کی کان میں کچھ اسطرح گونجی کہ ان کا اطمینان قلب جاتا رہا اور وہ حواس باختہ ہو کر اسطرح منتشر ہو گئیں جس طرح بندوق کا دھماکہ سن کر پرندے منتشر ہو جاتے ہیں اور یہ فوراً ہی جان نہیں سکتے کہ کون لقمۂ اجل بنا اور کون زخمی

تنہائی میں جب الجھن زیادہ ہوئی تو دو دو تین تین کی ٹولیاں بننے لگیں اور آہستہ آہستہ سرگوشیاں اس طرح ہونے لگیں گویا کہ ملک الموت ان پر اپنے پروں کا سایہ پھیلائے ہوئے ہیں۔

"کون گرفتار ہوگا؟ کسے سزا دی جائے گی؟ کس کو ملامت کا نشانہ بنایا جائے گا؟ کیا مجرم کو مدرسہ سے نکال دیا جائے گا؟ اور اگر ایسا ہوا تو کیا منہ لیکر گھر جانا؟" یہ اور اسی قسم کے بے شمار وسواس ان کے دل میں آتے تھے اور ان کی صورت پر ہوائیاں اڑتی جاتی تھیں۔ ہر طرف اسی طرح کی کانا پھوسی ہو رہی تھی اور اس پر تبادلۂ خیال کر کے اس مشکل کو حل کرنے کی کوئی سبیل تلاش کیجا رہی تھی

دوسرے دن صبح کو اعتراف گناہ، کی گرم بازاری تھی۔ ایک ایک لڑکی مس نان کے پاس جاتی اور چپکے سے رونی صورت بنا کر کہتی "میں ــــ میں بے حد شرمندہ ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ سے اس قسم کی حرکت نہ کروں گی۔"

چھیں میں سے ۴۵ لڑکیوں نے اعتراف کیا۔ اس سلسلہ میں
والس بھی شامل تھی، جب اس نے اپنا اعتراف ختم کر لیا تو مس نان نے
دریافت کیا

"والس! تیری گلوگیر آواز سے پتہ چلتا ہے کہ تو اس کے سوا
اور کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

"ہاں"، والس نے آہستہ سے کہا "میں نے گھر سے دو جام
کے اور ایک پنیر کا ڈبہ چرا کر ساتھ لایا ہے۔ اول الذکر میرے بستر
کے نیچے اور دوسرا میرے کپڑوں کے صندوق میں ہے۔"

مس نان نے مسکرایا اور سب لڑکیوں کو ان کی پہلی خطا پر
معافی دیدی۔ اللہ اللہ کر کے یہ دن خیریت سے گذر گیا۔ مس نان
نے نہ تو کسی کو مدرسہ سے خارج کیا اور نہ کسی کو غیر معمولی سزا دی البتہ
بڑے شدومد کے ساتھ تاکید کر دی۔

ایک اور دن اس مدرسہ کی تاریخ میں یادگار ہے۔ ایک صبح کو
مس نان نے پھر ساری لڑکیوں کو جمع کیا اور اب کی دفعہ ایک بالکل
ہی نیا انکشاف کیا۔ کہا

"لڑکیو! میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میں ایک عجیب و غریب وبا
پھیل رہی ہے۔ وہ یہ کہ تم میں سے اکثروں کو یہ خواہش پیدا ہو رہی
ہے کہ اپنے جسم کو دبلا بنائیں اور وزن کم کرنے کی فکر میں تم میں سے
اکثروں نے مچھلی کے تیل کا استعمال شروع کر دیا ہے، کیا وہ تمام

لڑکیاں جن کے ہاں یہ تیل ہے فوراً واپس کر دینگی‘‘

لڑکیاں اس انکشاف کو سن کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں اور سمجھ گئیں کہ اشارہ کس طرف ہے، وہ انتہائی کوشش کرتے کہ ان کے خفیہ چٹکلے اور حرکات وسکنات سے مس نان واقف نہ ہو لیکن مس نان کی حالت ان لڑکیوں کے حق میں خفیہ پولیس کے افسر کی تھی۔ ادہر انہوں نے کچھ ناشائستہ حرکت کی اور مس نان کو اس کی اطلاع مل گئی اور ساتھ ہی ایک ڈانٹ بھی پڑ گئی۔

ایسے مدرسہ کی فضا میں والس کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔

اس موقعہ پر بالٹی مور کی ایک لڑکی کی درد بھری داستان کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔

بالٹی مور میں کوئی ڈیڑھ سو سال قبل ایک عجیب دل گداز واقعہ پیش آیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ یہاں ایک لڑکی رہتی تھی جو حسن میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ جب وہ اٹھارہ برس کی ہوئی تو اس کا حسن شباب کی آمیزش کی وجہ سے اتنا جاذب نظر ہو گیا کہ ہر وہ شخص جس نے اسے ایک بار دیکھ لیا اس کا گرویدہ ہو گیا۔

اس کا نام بٹسی پیٹرسن تھا۔ وہ ایک شہزادے کیپٹن جیروم بوناپارٹ کو چاہنے لگی تھی جو نپولین بوناپارٹ کا بھائی تھا۔ ۱۸۰۳ء میں وہ امریکہ آیا اور ستمبر میں بالٹی مور پہنچا۔

جیروم کا بٹسی سے ملنا تھا کہ آتش شوق تیز تر ہو گئی۔ مگر وہ

جو کہا گیا ہے کہ محبت کا راستہ ناہموار ہے اس موقع پر بھی صحیح ثابت ہوا۔ بٹسی کے باپ نے جیروم کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دینے سے صاف کر دیا مگر دونوں کی مستقل مزاجی دیکھکر اس کا پتھر کا دل بھی پسیجا۔ اس طرح ایک مرحلہ تو طے ہوگیا اور شادی ہوگئی لیکن جوں ہی اس کی اطلاع فرانس میں نپولین کو ہوئی اُس نے اپنے بھائی کو حکم دیا کہ وہ فوراً فرانس چلا آئے اور یہ تاکید بھی کی کہ بٹسی کو ساتھ لانے کی جرات نہ کرے۔ جیروم اس حکم کے ماننے سے اول تو انکار ہی کرتا رہا لیکن جب سارے واقعات اس کے خلاف ہو گئے تو مجبوراً اس نے بٹسی کو ساتھ لے کر فرانس کا رخ کیا۔ جہاں اس کو اترنے سے روک دیا گیا جیروم اس خیال سے کہ بھائی کو جوں توں کر کے راضی کر ہی لے گا پیرس پہنچا مگر نپولین کو پرائی دل کی لگی کا حال کیا معلوم۔ اس نے نہ صرف بٹسی کو فرانس میں قدم رکھنے سے قطعی روک دیا بلکہ جیروم کی بھی اس طرح نگرانی کی کہ وہ اس سے ملنے نہ پائے۔ بٹسی نے ان حالات کے تحت انگلستان کا رُخ کیا جہاں اس کے بچہ پیدا ہو۔ یہاں اُس نے زندگی کے کچھ دن تنگی اور عسرت کے ساتھ کاٹے اور جب رہی سہی آس یہ معلوم کر کے جاتی رہی کہ جیروم نے بھائی کی زبردستی سے دوسری شادی کر لی تو وہ بالٹی مور واپس ہوئی۔

یہ ایسا واقعہ بالٹی مور کی تاریخ میں گذرا ہے کہ ہر لڑکا اور لڑکی ہوش سنبھالتے ہی اس سے کسی نہ کسی طرح واقف ہو جاتے

ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس کرنے لگتی ہیں کہ جیروم ایک بزدل خود غرض، بے وفا اور محبت کو ٹھکرا دینے والا پردیسی تھا جس نے بالٹی مور کی ایک شریف لڑکی کے شریف احساسات، جذبات اور وفاداری کی قدر نہ کی اور اس کو پامال کر دیا۔

مگر اب دنیا بدل چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی دنیا والوں کے خیالات بھی بہت کچھ تبدیل ہو چکے ہیں نوجوان جس مسئلہ پر سب سے زیادہ اٹل اور ہٹ دھرم نظر آتے ہیں وہ "دل کا معاملہ ہے" لڑکی ہو کہ لڑکا یہ خواہش اپنے دل میں پرورش کرتا ہے کہ شادی کا معاملہ زندگی کا اہم ترین مسئلہ ہے اس لئے اس میں کامیابی حاصل کرے اور کامیابی اس کے خیال میں وہیں ہو سکتی ہے جہاں کسی قسم کی حدیں حائل نہ ہوں، کوئی امر مانع نہ ہو، اور جس سرزمین پر رومانیت کا سکہ جاری ہو۔ غرض یہ کہ محبت میں انسان اندھا ہوتا ہے اور بلا سمجھے، سوچے، اور جانے بوجھے اپنے آپ کو جذبات کے متلاطم سمندر کی آغوش میں ڈال دینا چاہتا ہے۔ نہ اس کو نتائج کی فکر ہوتی ہے اور نہ ماضی کی یاد۔ حال کی خبر اور نہ مستقبل کا خیال۔ بس ایک سرمستی کا عالم ہوتا ہے جس میں وہ مخمور نظر آتا ہے۔

چوتھا باب

جنگ عظیم

یورپ کے ہر ملک میں ایک دوسرے کے خلاف جذبات نفرت پیدا ہوئے اور یہ چنگاریاں رفتہ رفتہ حرص و ہوس کے جھونکوں سے اس قدر بھڑکیں کہ ان کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ نفرت کا اظہار اس درجہ بڑھا کہ ایک ملک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوگیا۔ سیاست کے یہی معنی سمجھے گئے کہ ایک دوسرے کا گلہ دبوچیں اور بس، سوائے اس کے کوئی تدبیر ہی دماغ میں نہ آنے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر طرف سے جنگ! جنگ کے فلک شگاف نعرے آسمانوں اور زمینوں کو ہلانے لگے!

سچ ہے دنیا کی سرزمین پر فساد اور جھگڑے کے بیج شیطانی

شروع ہی سے بو دئے ہیں اور جب ان کے پودے درختوں کی شکل میں بڑے ہوتے ہیں تو ایسی زہریلی ہوا فضا میں منتشر کرتے ہیں کہ روئے زمین پر بسنے والا بھولا بھالا انسان اس سے اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ اور اس قدر جلد اس کے اثرات قبول کر لیتا ہے کہ وہ بھی بہت کچھ شیطان کا چیلا ہو کر رہ جاتا ہے۔

دنیا اور دنیا والوں کی سمجھ تو دیکھئے کہ انصاف قائم کرنے کے لئے ظلم ڈھایا جا رہا ہے، حقوق حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو بے حق کیا جا رہا ہے، اپنی قوت کا لوہا منوانے کے لئے دوسروں کو پامال کیا جا رہا ہے، اپنی برتری کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے ہمسایہ کو کچل دیا جا رہا ہے، اپنی سلطنت وسیع کرنے کے لئے دوسروں کے تخت و تاج چھینے جا رہے ہیں! اور لطف یہ کہ یہ سب کچھ از روئے انصاف کیا جا رہا ہے۔ ہر ملک یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ اپنے حرکات میں حق بجانب ہے اور ہر قوم اپنے افعال کو عدالت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ خیال کر رہی ہے!

جنگ! جنگ! کیونکہ یہی ہے حق اور باطل میں تصفیہ کرنے والی، جھوٹے کو کیفر کردار اور سچے کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچانے والی، غاصب کو اپنے کئے کی سزا دینے والی، اور ظالم کو موت کے گھاٹ اتارنے والی!

کتنی خوبصورت ناویلیں ہیں حسین خوابوں کی! کتنے دل خوش کن

خیالات ہیں اندرونی جذبات کو چھپانے کے اور کیسی دلچسپ کارگذاریاں ہیں حضرت انسان کی!

دنیا اور دنیا والوں کا یہ ایک دستور زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے کہ جب لڑ مرنے کو جی چاہتا ہے تو اپنی اس حرکت کی ہر ہر ادا کو از روئے انصاف واجبی قرار دیتے ہیں۔ بہیمیت، حیوانیت اور خون خواری کے جذبات تھوڑے تھوڑے وقفہ میں بنی نوع آدم کا دم گھونٹ دیتے ہیں اور جب اس کے صبر کا پیالہ لبریز ہو کر چھلک جاتا ہے تو وہ آپس میں بالکل جانوروں کی طرح ایک دوسرے پر پنجے جھاڑ کر پل پڑتے ہیں۔

ہاں تو ایک عرصہ ہوا تھا کہ انسان نے انسان کا گلا اپنے ہاتھ سے نہ کاٹا تھا، ہمسایہ نے ہمسایہ کا خون نہ چوسا تھا، بھائی نے بھائی کو پھانسی پر نہ چڑھایا تھا اور دوست نے دوست کا حصّہ غصب نہ کیا تھا اور انسان کی طبیعت ہر گوشے میں اس کے لیے بے چین تھی۔ وہ فطرتاً مجبور تھا اور عادات و اطوار کے لحاظ سے معذور تھا۔ اس نے نعرۂ جنگ فضا میں بلند کیا اور للکار للکار کر آدم کے بیٹوں کو دعوت مبارزت دینے لگا۔

برطانیہ اور جرمنی کے تعلقات کشیدہ ہوئے اور بہت جلد میدان جنگ میں وہ دونوں حریف زور آزمائی کے لئے کود پڑے۔ ساتھ ہی دوسرے ممالک بھی جو اسی تاک میں بیٹھے تھے خم

ٹھونک ٹھونک کر اپنے اپنے ہم خیالوں کو کمک پہنچانے لگے۔ اس طرح یہ آگ بہت جلد ایک جہاں پر پھیل گئی۔

لڑائیوں کا زور ابتدا ہی سے کہتا تھا کہ ایک دنیا کو نیست ونابود کر کے رہے گا۔ برطانوی فوجیں اپنی پوری مستعدی دکھا رہی تھیں ہر طرف ہلچل اور چل چلاؤ کے سامان نظر آتے تھے۔ غنیم کی سرحدوں پر برطانوی فوجوں کا پڑاؤ تھا۔ فوج کے سرداروں میں سب ہی شامل تھے اور ان میں شاہی خاندان کے افراد بھی تھے خصوصاً شہزادہ ویلز ایک لفٹنٹ کی حیثیت سے سرگرم عمل تھا۔ اس شہزادہ کو اس سے پہلے اتنی بڑی لڑائی میں اس طرح حصہ لینے کا اتفاق نہ ہوا تھا مگر وہ ذرا بھی ہراساں نہ تھا اور مثل دوسرے عہدہ داروں کے جان ہتھیلی پر لئے لڑنے مرنے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

امریکہ میں جنگ چھڑنے کے موقع پر کچھ عجیب ہی دلچسپ آثار نظر آرہے تھے۔ معدنیات کی دریافت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا جارہا تھا۔ رقص و سرود کی محفلوں کو از سرِ نو زندہ کیا جارہا تھا تاکہ ان میں ایک ایسی کیفیت اور فضا پیدا کردیں کہ ہر شخص اس سے مسحور ہوجائے، عورتیں مردوں کے مظالم کی داستانیں خون کے چھینٹوں سے لکھ رہی تھیں آزادی کے ترانے مرد، عورت اور نوجوان سب مل کر ایک ساتھ گا رہے تھے، ورزشوں اور کھیل کود کے لئے پرانے ریکارڈ توڑ کر نئے قائم کئے جارہے تھے، اخبارات آگسٹن برج کی تفصیلات ایسے شائع

کر رہے تھے اس ہونہار کو ترقی کرنے دیا جائے وغیرہ ـــــ

مگر اس سلسلہ کی سب سے دلچسپ کڑی وہ ہے جس میں کہ ایک مصنف نے پرنس آف ویلز کے عشق کی داستان بیان کی تھی۔ ایک کتاب میں شہزادہ کا عشق امریکی پریسیڈنٹ کی لڑکی سے دکھایا گیا تھا۔ کتاب میں وہ ساری تفصیلات موجود تھیں جس کے امکانات کا یقین کیا جاسکتا تھا۔ شادی ہو تو واقعات کس طرح کروٹ بدلیں گے اور اگر نہ ہو تو کیا کیا انقلابات ظہور پذیر ہوں گے۔ تنقید کرنے والوں نے بھی اپنے فرائض نہایت ہی تن دہی سے انجام دیئے اور اس داستان کو سب ہی دماغوں نے یکساں طور پر "جاذب نظر رومان" کے الفاظ سے یاد کیا۔

یہ ٹھیک طور سے کہا تو نہیں جاسکتا کہ والّس نے یہ کتاب پڑھی ہو۔ کیونکہ ایک نوجوان لڑکی کے لئے کتابیں پڑھنے سے زیادہ کھیل تماشوں میں اوقات گذارنے ضروری ہیں۔

. . . .

نئے موسم کا آغاز تھا اور اس کو خوش آمدید کہنے کے لئے بالٹی مور کے تھیٹر میں شایاں شان انتظامات ہونے لگے منتظمین کو رہ رہ کے یہ خیال ستا رہا تھا کہ کہیں جنگ کے اعلان کی وجہ سے انتظامات میں کچھ کمی نہ ہونے پائے اس لئے انہوں نے اتنی زیادہ محنت ومشقت کی کہ اس کا امکان ہی سرے سے باقی نہ رہا بلکہ بڑی

حد تک آرائش اور رونق نے پچھلے سالوں کے انتظامات کو مات کر دیا۔
تھیٹر کی تزئین کچھ اس انداز سے کی گئی کہ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ گر فردوس بر روئے زمیں است ہمیں است وہمیں است۔
مجمع بھی غیر معمولی تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بہترین ملبوسات پہنے، بنے ٹھنے، تزئین و آرائش پر حد سے زیادہ توجہ کئے جوق در جوق آئے کیونکہ یہی تو وہ موقع ہوتا ہے کہ جبکہ یہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ یہیں جو شہرت ہوتی ہے وہ پورے موسم تک شہر میں گونجتی رہتی ہے۔ نوجوان تو خیر اپنے حسن اور اپنی وجاہت کے لئے جو کچھ بھی کریں فطری ہے لیکن بوڑھے کھوسٹ بھی ایسے موقعوں پر سولہ سنگھار کر کے بڑے تن تنے اور شان و شوکت سے آتے ہیں اور اپنے آپ کو جوان عمر نہ سہی تو جوان خیال ضرور دکھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔
یوں تو ہر مرد اور ہر عورت ایسا لباس پہنکر آئی تھی کہ اس کے حسن میں چار چاند لگ گئے تھے لیکن واکس نے جس سلیقہ کا لباس پہنا تھا وہ ایسا نہ تھا کہ لوگوں کو دعوت نظارہ نہ دیتا۔ جس کی آنکھ اُس پر پڑتی گھنٹوں گھورا کرتا۔ جس کے بازو سے وہ گذر جاتی ہے وہ اس کے پیچھے پیچھے چل نکلتا۔
سادہ لیکن اتنا موزوں لباس اس نے شاید ہی کبھی پہنا ہو! اس کے جسم کے رنگ و روغن کو جس طرح لباس کی رنگت نے

مناسبت تھی اسی طرح لباس کو اس کے زیور کے ساتھ لگاؤ تھا۔ اور پھر بال کچھ انداز میں بنائے گئے تھے کہ ممکن ہی نہیں کہ نظریں اس میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔ یہی ساری آرائش مجموعی طور پر کچھ اس طرح بھلی معلوم ہو رہی تھی کہ حسین والس حسن کی دیوی نظر آ رہی تھی۔

اس یادگار تقریب کے بعد سے یہ کچھ معمول سا ہو گیا کہ ہر بڑی سے بڑی اور ہر چھوٹی سے چھوٹی تقریب میں والس کی شرکت ضروری تھی اور دراصل اس کو جان محفل سمجھا جانے لگا تھا۔

ان ہی دنوں اس کی دادی مسز ہنری میکیسٹر وارفیلڈ کا انتقال ہو گیا اس لئے بہت سی تقریبوں میں والس شریک نہ ہو سکی اور اسی سبب سے لوگوں نے یہ صاف طور پر محسوس کیا کہ محفل بے رونق ہے۔ کچھ دنوں بعد دل بہلانے کے خیال سے والس اپنی رشتہ کی بہن مسز ہنری مسٹن سے ملنے پن ساکولا گئی۔ یہاں اس کا بہنوی ایک فوجی مدرسہ میں تعلیم دیتا تھا۔ یہاں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس شہر کی عام فضا جنگ سے متاثر ہو چکی ہے۔ جسے دیکھو جنگ سے دلچسپی کا اظہار کرتا۔ اور جہاں دیکھو اسی شے کے متعلق چرچے ہو رہے ہیں۔ فوجی عہدہ داروں کی یہاں کثرت تھی اور وہ اکثر شام میں اپنی خوبصورت وردیاں مضبوط جسم پر پہنے کچھ عجیب شان و شوکت کے ساتھ گھومتے نظر آتے تھے۔ یہاں کی ضیافتوں، تقریبوں، اور ناچ اور گانے کے مواقع پر بھی اس قسم کے نظارے دلچسپیوں کا مرکز ہوتے تھے۔ یہیں پہلے پہل والس اور لفٹننٹ ای۔ ونفیلڈ اسپنسر جونیر کی ملاقات ہوئی۔

پانچواں باب

دیکھئے پاؤں کے نیچے دل ہے
اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی

رومان اور شادی

پس ساکو لا کی دعوتوں میں وانکس برابر شریک ہو رہی تھی اور یہاں اس کو ایک نئی دنیا نظر آ رہی تھی۔ ایک رات محفلِ رقص گرم تھی اور ہر طرف نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو رقص کی دعوت دینے کی فکر میں اِدھر سے اُدھر گھوم رہے تھے۔ بوڑھے اور بوڑھیوں کی بھی امنگیں جوان نظر آتی تھی کیونکہ انہوں نے بھی بناؤ چناؤ میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی اور برابر کسی نہ کسی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

رقص کا پہلا دور ہو چکا تھا اور یہ وقت وقفہ کا تھا اس لئے

جدھر دیکھو اُدھر لوگ ملنے ملانے میں مصروف تھے۔ کچھ شراب کے دور پیے پہ پیے چلا رہے تھے کچھ ہنسی مذاق کر کے دل بہلا رہے تھے، کچھ ناچ ناچ کر تھک گئے تھے اور دو گھڑی کے لئے ستانے کرسیوں پر آ ٹکے تھے، مگر ایک سب سے زیادہ دلچسپ گروہ وہ تھا جو رقص کے لئے لڑکیوں کا انتخاب کرنے کے لئے گھوم رہا تھا۔ جہاں کوئی نک سُک سے درست لڑکی پر نظر پڑی، یا کسی کی جامہ زیبی پسند آئی اس گروہ کا ہر فرد فوراً اس کی طرف لپکتا اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش یہی ہوتی کہ وہ اس کے ساتھ ناچے۔

مجمع سے الگ تھلگ ایک چھریرے بدن کی لڑکی کھڑی تماشہ کر رہی تھی۔ اس کا جسم چھریرا ہونے کے باوجود بھی خوبصورت تھا، قد میانہ اور ناک نقشہ جاذب نظر تھا؛ اس پر لباس ایسا پہن رکھا تھا کہ جس کسی نے ایک مرتبہ آنکھ بھر کر دیکھ لیا بس اسی کا ہو رہا۔ نیلے، گہرے نیلے رنگ کے لباس میں وہ کھلے ہوئے نیلوفر کے پھول کی طرح شاداب نظر آ رہی تھی۔

اس کو اپنے حسن و جمال کا اس درجہ علم تھا کہ دوسروں سے لاپروائی برت رہی تھی۔ وہ جان بوجھ کر اوروں کا تماشہ کر رہی تھی۔ گرم گرم مشتاق نظریں اس پر پڑیں لیکن وہ ان سب کا جواب نظریں پھیر کر دیتی۔ لوگ جوق در جوق اس کو گھیر لیتے اور خواہ مخواہ

اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چُست سے چُست فقرے کستے،
ہنستے بولتے اور چھیڑتے۔ مگر ان سب کے جواب میں وہ انجان ہو جاتی۔
دو نوجوان ——— ایک نسبتاً اونچا اور زیادہ وجیہ اور دوسرا
کسی قدر گداز بدن کا، پاس ہی ایک دروازے پر کھڑے اس کی
طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک دوسرے
پر یہ ظاہر کرنے کی خاموش کوشش کر رہا تھا کہ وہ زیادہ متاثر ہوا
ہے۔ آخر اسی طرح کافی وقت گذر گیا اور ان فوجی نوجوانوں کے
صبر کا پیالہ چھلک گیا۔
"جانتے ہو کون لڑکی ہے؟" طویل القامت نوجوان نے پوچھا
"لیکن نہیں؟ کیا تمہاری طرح بغیر جانے بوجھے کودتا ہوں!"
دوسرے طنزاً جواب دیا۔
"اچھا تو پھر بتاؤ؟"
"کیا بتاؤں؟"
"یہی کہ ہے کون؟"
"حور ہے حور! دیکھتے نہیں ہو کہ سب سے پرے ہی پرے
ہے۔ انسان ہوتی دوسروں میں مل جل کر ہنستی بولتی جانے بھی دو ان
باتوں کو لے اب بتا بھی دو"
مس وارفیلڈ ہے اس کا نام" آہستہ نے سرگوشی کی" بالٹی مور
سے آئی ہوئی ہے۔ لفٹننٹ مسٹن کی بیوی کی سہیلی ہے، پھر کوئی رشتہ دار

ہی ہو گی ــــ"

بات ادھوری چھوڑ کر طویل القامت نوجوان (لفٹننٹ ارل ولفیلڈ اسپنسر جونیئر) لڑکی (والس) کی طرف بڑھا اور اس کا ساتھی یہ دیکھکر ہاتھ ملتا رہ گیا کہ اس نے لڑکی سے رسمی علیک سلیک کے بعد طویل گفتگو کا تانتا باندھ دیا۔

. . . .

بمشکل چند ہی منٹ گذرے تھے کہ اسپنسر نے والس کو رقص کرنے کے لئے گانٹھ ہی لیا۔

"اچھا تو آپ پہلی مرتبہ ین ساکولا آئی ہوئی ہیں" اسپنسر نے ناچتے ہوئے پوچھا "اس مقام کے متعلق کیا خیال ہے آپ کا؟"

"بہت اچھی جگہ ہے" والس نے کہا "مجھے پسند ہے"

"یہاں کا چمکتا ہوا سورج در اصل اس کی فضا میں چار چاند لگا دیتا ہے اور بالکل یہی حال ہمارے تسکا گو کا بھی ہے"

"آپ کا تسکا گو؟"

"ہاں وہی میرا وطن ہے لیکن اب میں چونکہ بحری بیڑے میں لفٹننٹ ہوں اس لئے ملازمت کے بعد اور وہ بھی بحری ملازمت کے بعد تو کسی جگہ کو وطن کہہ ہی نہیں سکتا کیونکہ جہاں ٹھہرے وہی ہمارا وطن ہے"

"ہُوں ہُنہ ہُوں ہہ"

"آپ کا قیام یہاں کتنے دن رہے گا؟"

"شاید دو ہفتے"

"اتنا کم اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ یہ مقام آپ کو پسند ہے"

"میرا خیال تو جلد جانے کا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بہن کے اصرار پر دو چار روز اور رُک جاؤں لفٹننٹ مسٹن کی بیوی میری رشتے کی بہن ہوتی ہے"

"اوہ لفٹننٹ مسٹن! وہ تو میرا گہرا دوست ہے"

"اچھا! یہ بات ہے! بڑی خوشی ہوئی یہ سنکر"

"تو ایسا کیوں نہیں کرتیں آپ کہ کل شام کا کھانے آپ مع بہن اور بہنوئی کے میرے ساتھ کھائیے؟"

"کل شام کا کھانا ـــــ نہیں معاف فرمائیے میں کل مصروف ہوں"

"کل نہ سہی پرسوں ٹھیک رہیگا؟"

"پرسوں؟ ـــــ ایسا کیجئے کہ کل ٹیلیفون کر کے پوچھ لیجئے۔ اب یاد نہیں آتا کہ مصروفیت ہے یا نہیں"

"ٹھیک ٹھیک! کل صبح ہی دریافت کروں گا"

"زیادہ سویرے نہیں ـــ کیونکہ ـــــ"

"میں سمجھا آپ ذرا دیر سے اٹھیں گی ـــــ نو بجے، دس یا گیارہ کہئے کونسا وقت ٹھیک رہیگا۔ بات یہ ہے کہ میں ذرا آپ سے ملنے کے لئے بیتاب ہوں مگر آپ بُرا تو نہیں مانتی ـــــ"

"بُرا ماننے کی کیا بات ہے"
"شکریہ۔ شکریہ! مجھے بہت سے اہم باتیں کرنی ہیں آپ سے!"

•

والس نے پن ساکولا میں مزے کے دن گذارے۔ دن باتوں میں گذرتا اور رات ہنسنے بولنے میں کٹتی۔ بے فکری، عیش و آرام اور امن و آسائش کے دن پلک جھپکنے میں گذر جاتے ہیں۔ دوستوں کا ہجوم، دعوتوں کا سلسلہ، رقص و سرود کی محفلیں اور ہنسی خوشی کی باتیں کچھ اس طرح گذریں کہ والس کو محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ کتنے دن یہاں رہی۔ آخر اس کو واپسی کا خیال آیا، کس طرح اور کیوں کسی کو نہیں معلوم ساتھ ہی اس نے رخت سفر باندھا۔ دوستوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے شکایتیں کیں، حکایت سنائیں اور روکنے کی وہ تمام تدابیر اختیار کیں جو اُن کے بس میں تھیں لیکن والس کو واپس ہونا تھا اور وہ ہو کر رہی۔ بالٹی مور آئی تو ایسا معلوم ہوا کہ یہ ایک اجڑا ہوا دیار ہے، بے رونق اور غیر دلچسپ۔ کمبخت۔ بھوت رہتے ہیں سب یا پھر انسان ہیں تو دل ہی نہیں رکھتے اور اگر بفرض محال دل بھی ہے پہلو میں تو گرمیٔ دل نہیں۔

ایسے میں والس کی دل بہلائی کا واحد ذریعہ وہ خطوط تھے جو پن ساکولا سے آتے تھے اور خصوصاً وہ جو اسپنسر کے بھیجے ہوئے ہوتے تھے۔ نہ معلوم ان میں کیا جادو ہوتا تھا کہ انھیں والس پڑھتی

اور پھر بڑھتی اور جب کوئی کام نہیں ہوتا! کام کرنے کو جی نہ چاہتا تو پھر بھی خطوط پیش نظر ہوتے، پڑھے ہوئے اور مکرر سہ کرر پڑھے ہوئے!

محبت کی منزلیں بڑی جلد طے ہوتی ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی اور افراد متعلقہ سب ہی کچھ طے کر چکتے ہیں کسے سان وگمان تھا کہ والس اور اسپنسر ایک دوسرے سے شادی کرنے والے ہیں۔ کس کو علم تھا کہ محبت کی پینگیں اس درجہ بڑھ چکی ہیں کہ شادی کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں۔

جب والس کی ماں نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ خبر اخباروں اور دوست احباب کے حلقہ میں بہت تیزی کے ساتھ گشت کرنے لگی۔ بالٹی مور میں والس کو بچہ بچہ جانتا تھا اور کوں سا نوجوان دل تھا جس میں اس کی محبت نہ تھی اور جب انہوں نے یہ دلچسپ خبر سنی تو نہ معلوم ان کی حالت کیا ہوئی۔

دو ماہ بعد شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی اور اس کے بعد سے ہر طرف سے تحفے آنے لگے۔ اتنے تحفے آئے کہ والس ان کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکی اور اتنے خطوط مبارکباد کے وصول ہوئے کہ جواب دینا مشکل ہو گیا۔ یہ دشواری اس لئے بھی پیش آئی کہ تقریب کے لئے تھوڑے سے دن باقی رہ گئے تھے اور تیاریاں زیادہ کرنی تھیں۔ خرید و فروخت، آرائش و زیبائش، سہیلیوں کا انتخاب اور دعوتوں کا انتظام روز بروز بڑھتا گیا۔

آخر وہ دن آ ہی گیا جس کی تمنائیں تھیں ـــــ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب غروب ہی نہیں ہوگا انتظار، سخت انتظار کے بعد ایک ایک گھنٹہ نہیں ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک سکنڈ گن گن کر وقت کاٹا گیا ـــــ خدا خدا کر کے آفتاب کا چہرہ زرد پڑنے لگا اور وہ دور، بالٹی مور سے دور، گرجا کے پیچھے ڈوبنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس محفل میں اس کی دعوت نہیں ہے اور عمداً نظرانداز کیا گیا ہے۔ بس اس کے ڈوبنے ہی کا انتظار تھا کہ دو محبت بھرے دلوں کو ملانے والا انسان نما فرشتہ، عورت اور مرد کو سماج کے نظام میں بیوی اور شوہر کے ناموں سے پہلے پہل پکارنے والا نقیب، اور خدا کے گھر میں ازدواج کے رشتہ میں گرہ لگانے والا یسوع اپنے میٹھے بول الاپنے لگا۔"

"کیا تم، ارل ونفیلڈ اسپنسر اس عورت کو اپنی بیوی بنانا قبول کرتے ہو؟"

"کیا تم، والس وارفیلڈ اس مرد کو اپنا شوہر بنانا قبول کرتی ہو؟"

چھٹا باب

جنگ کے زمانہ میں فلوریڈا اور کیلیفورنیا کی حالت

ماہ عسل کے بعد اسپنسر اور مسز اسپنسر ین سا کولا واپس ہوئے۔ جنوری کا زمانہ تھا اور سال نو کے استقبال کے لئے شایاں شان انتظامات کئے جا رہے تھے۔ موسم بھی بہت خوشگوار تھا اور ہر طرف چہل پہل تھی اور رنگ رلیاں منائی جا رہی تھی۔ مسز اسپنسر کو اپنا وہ وقت یاد آیا جبکہ وہ اسی مقام پر اپنی بہن کی مہمان تھی اور ایک نووارد کی طرح ان تمام ہنگاموں کو دیکھ دیکھکر خود بخود ان کی طرف کھینچی جاتی تھی۔ وہ دعوتیں، وہ ضیافتیں، وہ رقص و سرود کی محفلیں، غرض سب ہی کچھ اس کو یاد آنے لگا۔ وہ سوچنے لگی کیونکہ ماضی کے ان ہی ایام میں اسے ایک کیف سا نظر آرہا تھا۔ وہ جتنا سوچتی جاتی تھی اتنا ہی دلچسپی کا سامان اس کے اندر پاتی تھی۔ بالآخر اسے وہ یادگار رات کا بھی خیال آیا اور اس نے اس سلسلہ کی ساری کڑیاں ملانی

زیادہ دلچسپی لی۔ اب اس کے آنکھوں کے آگے سینما کی تصویروں کی طرح واقعات یکے بعد دیگرے حرکت کرتے نظر آنے لگے۔ وہ اس کا ایک رات اپنے حسن و جمال پر نازاں ہو کر سب سے الگ تھلگ کھڑا ہونا، اوروں کا چھیڑنا اس کا کترا جانا اور پھر سب سے زیادہ اہم واقعہ کا پیش آنا ——— ایک طویل القامت فوجی نوجوان کا اس کے قریب آنا اور بلا پس و پیش ایک دم اپنے آپ کو متعارف کرانا، رقص میں شرکت کی دعوت دینا، کھانے پر مدعو کرنا ———

یہاں تک پہنچ کر اس کا پہیک خیال رُک گیا۔ جانے کیوں؟ پھر وہ سوچنے لگی کہ حالات موجودہ کیا ہیں؟ کس ماحول میں وہ گھری ہوئی ہے اور گذشتہ مرتبہ اور اس مرتبہ کے آنے میں کیا فرق ہے؟ پہلی دفعہ وہ مہماں کی حیثیت سے آئی تھی۔ لیکن اب وہ مستقل طور پر سکونت اختیار کرنے آئی ہے۔ پہلی مرتبہ جب اس نے یں ساکو لاکو دیکھا تو ایک اجنبیت سی محسوس ہوئی تھی مگر اب وہ اس کا گھر تھا اور بیگانگی مطلق نہ تھی۔ دوست احباب اس وقت بھی دعوتیں دیتے تھے اور اب بھی لیکن فرق ہو گیا تھا۔ اس وقت لوگ دوستی پیدا کرنا چاہتے تھے اور اب دوستی استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت اس کا کنوارپنا تھا اور نوجواں ممکن ہے کہ اس خیال سے ملنے کے آرزومند ہوں کہ شادی کا پیام دیں لیکن اب اس قسم کا لفظ تو لفظ خیال تک بھی ذہن میں نہیں آسکتا۔

اس موازنہ کے بعد اس کے دل نے چاہا کہ لگے ہاتھوں تبصرہ بھی کر دے۔ کونسا زمانہ بہتر ہوتا ہے، شادی کے پہلے کا یا بعد کا؟ آرزوؤں اور تمناؤں کے دن بہتر ہوتے ہیں یا وہ جبکہ تمنا اور آرزو نکل چکتی ہے؟ سعیٔ طلب اچھی چیز ہے یا حصول مدعا؟ تصور میں انسان زیادہ خوش رہ سکتا ہے یا حقیقت میں؟ خواب کی دنیا زیادہ پر کیف ہوتی ہے یا واقعات کی سنی؟ ——— تبصرہ کرنا مشکل تھا، اور خصوصاً اس وقت جبکہ شادی کو ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ مگر ابھی سے وہ تنقیدی نظریں ڈال رہی تھی اور ایک ہی نظر باز گشت میں اس پر حقیقت ظاہر و آشکار ہو رہی تھی لیکن ابھی اتنی جرأت پیدا نہ ہوئی تھی کہ صاف صاف نتیجہ نکال لیتی کیوں کہ یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ قطعیات پر پہنچ کر واقعات اور زیادہ مشکل ہو جائینگے۔

. . . .

جنگ چھڑ گئی تھی انگلستان اور جرمنی کے درمیان۔ لیکن سارا یورپ کسی نہ کسی طرف سے لڑنے پر کمر کس لیا تھا اور پورا یورپ جنگ کا اکھاڑا ہو چکا تھا۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنا زور بازو دکھا رہی تھیں اور بڑھ چڑھ کر شجاعت حاصل کر رہی تھیں اور اپنا سکہ جمانے، آن رکھنے، اور قوت کا مظاہرہ کرنے، مارنے مرنے پر تلی ہوئی تھیں لیکن وہ جو کہا ہے کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے حرف بحرف سچ ہے بڑی سلطنتیں اپنا بڑا پن جتا رہی تھیں اور چھوٹی ریاستیں بیچاری

ان کے پاؤں تلے کچلی جا رہی تھیں بڑی سلطنت کی ہر فتح چھوٹی سلطنت کی تباہی کا پیش خیمہ تھی۔ کوئی ابھر رہا تھا اور کوئی مٹ رہا تھا۔ ایک کی جان کے لالے پڑ چکے تھے اور دوسرے کی بن آئی تھی۔

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی خوفناک جنگ کے مہیب اثرات نے بہت جلد یورپ سے قدم بڑھایا اور ساری دنیا کو گھیر لیا۔ کوئی ملک خواہ اس نے بذاتہ عملی حصہ لیا ہو یا نہیں لیکن خوفناک اثرات، مہیب نتائج اور سیاسی انتشار محسوس ضرور کیا۔ امریکہ بھی گو کہ میدان جنگ کی مہیب منیادول کی جھنکار سے دور، بہت دور سات سمندر پار تھا لیکن سیاسی بے چینی اور پریشان خاطری سے بچ نہ سکا اور ہر طرف ایک غلغلہ بلند ہوا۔ عوام میں ایک فرقہ ایسا تھا جو جنگ میں حصہ لینے کا آرزومند تھا لیکن اس کے خلاف میں دوسرا جتھا جنگ کے نام ہی سے لرزہ براندام تھا۔ یہی فرقہ وارانہ ذہنیت حکومت اور اس کے ارکان میں بھی رونما ہوئی کچھ میدان عمل میں آنا چاہتے تھے اور کچھ دور سے تماشہ کرنا۔

جنگ میں سپاہیوں کے علاوہ جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ آلات حرب ہیں۔ امریکہ کے کارخانے دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے اس لئے فریقین کی نظریں اس کی طرف للچائی ہوئی پڑنے لگیں خصوصاً اتحادیوں کا تو امریکی کارخانوں پر ایک حق سا تھا۔

ہوائی جہازوں کا ابتدائی دور دورہ تھا اور امریکی طیارے بلند ہو ہو کر آسمان شہرت پر نمایاں ہو چکے تھے اس لئے عام طور پر امریکی طیاروں کی مانگ زیادہ ہونے لگی اور طیاروں کے ساتھ ماہران فن پرواز کی بھی شدید ضرورت تھی۔

یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اسپنسر فن پرواز کا ماہر تھا اور اسی سلسلہ میں اس کے خدمات کی ضرورت لاحق ہوئی اور چونکہ ہر طرف نوجوانوں کے گرم خون میں جنگ کی شرکت کا احساس پیدا ہو چکا تھا اس لئے اگر اسپنسر کے بھی دل میں جنگ کے میداں میں عملی اقدام کا خیال گذرا تو یہ ایک فطرت کے مطابق واقعہ تھا نوجواں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب اس کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو وہ منطق سے کام نہیں لیتا۔ اچھے اور برے کا سوال اس کے دل میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ دیوانہ وار آگے بڑھتا ہے چاہے کھائی درپیش ہو یا چٹاں سے مقابلہ ہو۔ اسپنسر بھی ایک نوجوان تھا اور اس میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود تھی پھر اگر اس نے اپنی نئی شادی شدہ بیوی کا کوئی خیال نہیں کیا تو اس میں اس کا کیا قصور۔ گذشتہ مہینے کی رومانوی زندگی کو اگر اس نے فراموش کر دیا تو اس میں اس کی لاپروائی کو کیا دخل۔ اگر وہ یہ محسوس نہ کرے اب اسے گھر بار سنبھالنا ہے تو اس کو نادان کیوں کہا جائے؟

اسپنسر سان ڈیاگو چلا گیا اور اس کی اتنی جلد ضرورت درپیش

ہوئی کہ اس کو جانے کی اہمیت اور ضرورت پر مسز اسپنسر سے گفتگو کرنے کا موقعہ نہ ملا مگر وہ وہاں سے مسز اسپنسر کو برابر خطوط لکھتا تھا مقام کی پسندیدگی کا اظہار کرتا تھا۔ اس کا مطلب یقیناً یہی تھا کہ مسز اسپنسر بھی اس کے ہاں چلی آئے مگر واقعات بدل چکے تھے کیونکہ گذشتہ ایام میں مسز اسپنسر نے اپنے شوہر کو جنگ کے کاروبار میں اتنا منہمک دیکھا اور اپنی کوششوں کو اتنا ناکام پایا کہ دوبارہ اس سے قریب رہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور اپنے مقامی دوستوں کی جدائی گوارا نہ ہوئی مسز اسپنسر اپنے دوست احباب کے حلقہ میں بیحد ہر دل عزیز تھی اور خصوصاً جب سے کہ اسپنسر نے اپنی توجہ کو جنگی معاملات کی طرف پھیرا تھا اس نے اپنے آپ کو بالکل دوست احباب کے حوالہ کر دیا تھا۔

. . . .

تھوڑے ہی عرصہ بعد اسپنسر کو واشنگٹن میں رہنے کا حکم ملا یہاں وہ اپنی بیوی کے ہمراہ چلا آیا۔ مقام دلچسپ تھا۔ آب و ہوا اچھی تھی اور دوست احباب کا مجمع تھا اس لئے چند روز مزے سے گذرے لیکن سوء اتفاق سے اس کو شانگھائی جانے کا حکم ملا اور اس کو فوراً ہی تعمیل کرنی پڑی۔

اسپنسر جارہا تھا اور مسز اسپنسر اسے چھوڑنے آئی تھی لیکن بعض ایسے جاننے والے جھولسنے دونوں کے دل ٹٹول لئے تھے

یہ پیشین گوئی کر رہے تھے کہ یہ جدائی عارضی نہیں بلکہ ابدی ہو گی۔
شوہر کی غیر موجودگی میں مسز اسپسر اپنی ماں کے پاس چلی آئی اور دل بہلانے کی خاطر دعوتوں اور محفل رقص و سرود میں پہلے سے بھی زیادہ حصہ لینے لگی اور نئے نئے دوستوں سے شناسائی ہوتی گئی بہت کم عرصہ میں اس کے دوستوں کا حلقہ اتنا بڑھا کہ اس کے اوقات بیحد مصروفیت میں کٹنے لگے کچھ عرصہ بعد وہ حارج ٹاؤن چلی آئی یہاں اس کا قیام ایک دوست کے یہاں تھا جس کا نام میکلیمی تھا یہاں کی زندگی کوئی غیر معمولی اہمیت تو نہیں رکھتی مگر اتنا ضرور ہوا کہ سوسائٹی میں مسز اسپسر کو اب ایک خاص درجہ حاصل ہو چکا تھا۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۱۹۲۳ء میں مسز اسپسر نے یورپ کا پہلی مرتبہ سفر کیا اور جس ملک میں جاتی نئے نئے دوست احباب پیدا کر لیتی۔ پیارس میں ایتھل بائس کے ساتھ رہنے لگی اور ان تمام مصروفیات میں حصہ لینے لگی جو یورپ کی فضا میں سوسائٹی کا ایک جز ہیں۔
اسپسر ابھی شنگھائی ہی میں تھا مسز اسپنسر نے یورپ سے واپسی پر ایکا ایک یہ تصفیہ کیا کہ اسے فوراً چین جانا چاہیئے حالانکہ اس کی ماں جس نے تیسری دفعہ بھی شادی کی تھی اس کی طرفدار نہ تھی مگر مسز اسپسر نے جب ایک مرتبہ تصفیہ کر لیا تو وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی بات پر قائم رہے اس لئے اس نے کسی کی رائے کو پسند نہ کیا۔ اور شنگھائی کے ارادہ سے چین کا رُخ کیا۔

ساتواں باب
طلاق

۱۹۲۵ء میں والس اسپنسر نے یکایک اپنی زندگی کا نیا ورق الٹنے کا تہیہ کیا۔ خلاف توقع وہ شنگھائی کے ارادہ سے چل پڑی۔ یورپ سے والس لوٹنے کے بعد کسے توقع تھی کہ والس کا نظریہ حیات یوں بدلے گا۔ عام طور پر خیال تو یہ کیا جارہا تھا کہ اسپنسر سے اس کی جدائی دائمی ہوگی اور ان دونوں کے درمیاں مشرق و مغرب کا فاصلہ رہیگا۔

لیکن یہ معلوم مسز اسپنسر کو کیا سوجھا کہ وہ شنگھائی پہنچی۔ شنگھائی مشرق کا ایک عجیب و غریب شہر ہے اپنی رنگارنگی، اپنی بوقلمی، مختلف المذاقی اور بین الاقوامی میل جول کی وجہ سے یہ مقام ایک خاص جاذبیت رکھتا ہے اور خصوصاً سیاحوں کو بہت ہی پسند آتا ہے پندرہ لاکھ کی آبادی اور پھر دنیا بھر کے اقوام یہاں ملتے جلتے ہیں اور اپنی اپنی تہذیب و تمدن کا اثر ایک دوسرے پر ڈالتے ہیں۔ بازاروں میں جو چہل پہل نظر آتی ہے وہ مغربی خصوصاً امریکی نقطہ نظر سے اتنی

کشش رکھتی ہے کہ جن آنکھوں نے یہ نظارہ ایک دفعہ دیکھا دوبارہ دیکھنے کے لئے مدت العمر ترستی رہیں ۔

باوجود اس کے کہ یہ شہر مختلف اقوام کا بازار ہے لیکن اس نے اپنی مشرقیت کو حتی الامکان باقی رکھا ہے لباس، وضع، قطع، رنگ ڈھنگ، مذاق اور طریقہ معاشرت میں یہاں کے باشندے کسی کی ریس نہیں کرتے اور یہی سبب ہے کہ سیاح پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کا نظارہ کرتے ہیں۔ قدم قدم پر بدھ مت کے پرستار اپنے معبدوں میں مصروف عبادت نظر آئیں گے، ان معبدوں کی عمارتیں وہی قدیم جیسی طرز کی ہوں گی، پگوڈا اور خانقاہیں آج بھی اسی طرح آباد نظر آتی ہیں جس طرح ایک عرصہ قبل جبکہ مغرب کا اتنا اثر یہاں ہوا تھا آباد تھیں چھوٹے چھوٹے قد کی عورتیں اپنے مخصوص لباس میں جس کا رنگ ان کی اپنی وضع کا ہوگا پہنے ہوئے خراماں خراماں سیر و تفریح کرتی نظر آئیں گی۔ نمایاں تبدیلی عورتوں کی معاشرت میں جو ہوئی ہے وہ صرف سنگھار کی حد تک ہے اور یہ یقیناً "ہالی وڈ" کا اثر ہے سینما سارے یہاں اس کثرت سے آتے جاتے ہیں اور اپنی تفریح کا مرکز اسے کچھ اس طرح بنائے ہوئے ہیں کہ یہ نتائج لازمی طور پر رونما ہوئے ۔

والس اسپنسر کو بھی سنگھائی کی یہی ادا پسند آئی۔ اس نے اس سے پہلے مشرق کا یہ رنگ کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے اس کا اشتیاق اور بھی

زیادہ ہوا۔ یہاں اس کو ایک دنیا ہی نئی نظر آئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ
ایک ہرا بھرا چمن موسم بہار میں سرسبز و شاداب ہے اور رنگ برنگی
تتلیاں فضا میں اڑ رہی ہیں۔ والس کا دل بھی اس حسین نظارہ سے
متاثر ہوا اور اس نے خوب دل کھول کر یہاں کی محفلوں میں اپنی آمد
ورفت بڑھائی۔ چونکہ اسپنسر بھی والس کی موجودگی میں اپنے اندر
ایک تازگی محسوس کرنے لگا تھا اس لئے اس نے بھی اپنے اطراف
واکناف وہ سب سامان مہیا کر لئے جو لطف کو دوبالا کر سکتے تھے۔
لفٹنٹ اسپنسر اپنی ملازمت کی وجہ سے مجبور تھا اور رفتہ رفتہ
اس کو ان تفریحی مشاغل سے ہٹنا پڑا لیکن والس میں چونکہ دوستی
کی پینگیں بڑھانے کا ایک خاص ملکہ تھا اس لئے اس نے اپنا میل جول
برابر قائم رکھا اور بہت تھوڑے عرصہ میں وہ یہاں کی سوسائٹی
میں ہر دل عزیز ہوگئی۔ کوئی پر تکلف دعوت اس کے بغیر کامیاب
نہیں سمجھی جاتی تھی، کوئی محفل رقص و سرود اس کی نغمہ سرائی یا شرکت
رقص کے بغیر بارونق نظر نہ آتی تھی، اور کوئی تقریب یا جلسہ اس کی
موجودگی کے بغیر پر لطف نہیں کہا جاتا تھا۔
مسز اسپنسر کی یہ مصروفیت یقیناً گھریلو تعلقات میں حائل ہونے
لگی کیونکہ اپنی سرکاری مصروفیت کے بعد جب اسپنسر گھر لوٹتا تو اکثر
و بیشتر والس کی غیر موجودگی محسوس کرتا۔ ایک عرصہ تک جب یہ سلسلہ
برابر جاری رہا تو واقعات ایک دوسرے کی مرضی کے خلاف

ہونے لگے۔ مسز اسپنسر اپنی طبیعت کی افتاد سے مجبور تھی۔ وہ دوستوں کی بھوکی تھی اور دوست اس کے بغیر رہ نہ سکتے تھے اس لئے وہ سوسائٹی میں اس طرح گھل مل گئی کہ اب اس کا علیحدہ ہونا ناممکن تھا اور برخلاف اس کے اسپنسر ملازمت کی پابندیوں سے اتنا مجبور تھا کہ والس کی دلداریوں اور اس کے ساتھ تفریحوں میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔

اب دونوں نے یہ محسوس کیا کہ تھوڑی سی بھی پابندی اور سختی ایک دوسرے کو علیحدہ کر دے گی۔ محبت کا ایک وہ بھی زمانہ تھا جبکہ دونوں کے دل اس قدر جوان تھے کہ دشواریاں اور پیچیدگیاں ناقابل لحاظ تھیں لیکن اب جبکہ احساس خودی اور فرائض کی بجاآوری کا خیال دونوں فریق کو ستا رہا تھا یہ مشکل ہو گیا کہ تعلقات کو بغیر کسی شکوہ و شکایت کے باقی رکھا جائے۔ لیکن اس بدمزگی کے باوجود علیحدگی کی جرأت کا خیال کسی کو نہ گذرتا تھا۔ ایک گونہ کوفت ضرور تھی اور زندگی کی وہ گھریلو معاشرت جو میاں اور بیوی کے لئے مخصوص ہے دونوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہ تھی تاہم یہ زمانہ اس غور و فکر میں گذار رہا تھا کہ اس بے لطفی کو کس طرح دور کیا جائے یا یہ کہ کیونکر اصلاح کی طرف قدم بڑھایا جائے۔

والس کے بے شمار دوستوں میں مسٹر اور مسز ہرمن روجرس نمایاں تھے۔ یہ امریکی نژاد تھے اور ان دولت مند بے فکروں کے زمرے میں شامل تھے جو دنیا کی سیر و سیاحت ہی کو زندگی سمجھتے ہیں

اور جو مقام ان کی طبیعت کے موافق نظر آتا ہے رہ جاتے ہیں۔ ان کی دوستی کی خصوصیت یہ ہے کہ واکس کے تنگھائی چھوڑنے کے بعد بھی والس اور ان میں وہی دوستی کے مراسم باقی رہے جو پہلے تھے —— چنانچہ سنہ ۱۹۳۶ء میں جب والس لندن میں مقیم تھی اور ایڈورڈ ہستم سے اس کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا جارہا تھا وہ ایک دوسرے کے اسی طرح دوست تھے جس طرح کہ انھوں نے ایک عرصہ قبل تنگھائی میں ملاقات کی تھیں۔ والس اور ایڈورڈ کے ساتھ ساتھ وہ بھی اکثر و بیشتر رہا کرتے تھے۔ ستمبر میں ایڈورڈ ہستم نے جو ضیافت قصر بلمورل میں ترتیب دی تھی اس میں دوسرے معزز مہمانوں اور والس کے ساتھ مسٹر اور مسز ہرمن روجرس بھی شامل تھے۔

جب واقعات کے سنبھلنے کی کوئی توقع نہ رہی بلکہ کشیدگی اور بھی بڑھتی گئی تو ایک دوسرے نے اپنی غلطی محسوس کی۔ موجودہ طرز سلوک کی غلطی نہیں بلکہ ماضی کے عہد و پیماں کی! انھیں اپنی شادی کا وہ وقت یاد آنے لگا جبکہ سورج اپنا منہ دنیا سے موڑ رہا تھا اور شفق کی سرخی نیلے آسمان پر اپنا رنگ جما رہی تھی اب انھیں یہ شگون برا معلوم ہونے لگا۔ وہ سوچنے لگے کہ کیا وجہ تھی کہ شہنشاہ جاور ہمارے اس تعلق کو ایک آنکھ دیکھ نہ سکا؟ شفق کا خونیں رنگ بے معنی نہیں ہوسکتا؟ فضا کا مکدر ہوجانا اور تاریکیوں کا چھا جانا بے وجہ نہ تھا؟ —— یقیناً یہ سب کچھ اس بات کی لکھی ہوئی دلیل ہے کہ قدرت کو

یہ طلاپ پسند نہ تھا۔

یہ خیال رفتہ رفتہ جڑ پکڑتا گیا اور بہت جلد سوہان روح کا باعث ہوا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے علیحدگی ہی کو ان الجھنوں کے سلجھانے کا واحد ذریعہ خیال کیا۔ اس نتیجہ پر پہنچکر والس نے امریکہ واپس ہونے کا ارادہ مصمم کرلیا اور اسپنسر کو ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہا۔

والس نے امریکہ میں وارمٹ کا مقام رہنے کے لئے پسند کیا اور ۱۰ جون ۱۹۲۶ء کو یہاں پہنچی۔ وارن گرین ہوٹل میں وہ رہنے لگی۔ یہاں کی زندگی شنگھائی سے بالکل مختلف تھی۔ یہ شہر اور اس کے مضافات ریس کے لئے بیحد مشہور تھے اور لوگ دنیا کے مختلف حصوں سے یہاں محض اسی تفریح میں مشغول ہونے کے لئے جوق درجوق آتے تھے۔ ریس کا شوق والس کے لئے بالکل ہی نیا تھا لیکن اس کی طبیعت جیسا کہ ہم نے کہیں تفصیلی ذکر کیا ہے، ایک خصوصیت یہ رکھتی تھی کہ وہ اپنے ماحول میں بہت جلد گھل مل جاتی تھی۔ جس رنگ کے احباب ہوتے اسی رنگ میں والس اپنے آپ کو رنگ دیتی جس قسم کی سوسائٹی ہوگی اسی خیال کی والس طرفدار ہوگی اور جو مذاق وہاں کے افراد کا ہوگا اسی کو والس بھی اپنے لئے پسند کرے گی غرض یہاں بھی اگر والس نے اپنے آپ کو ماحول کے مطابق کرلیا تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔

دوست احباب، دعوتیں، رقص و سرود اور اسی قسم کی دوسری تفریح یہاں بھی واٰلس کی منتظر تھی اور بہت جلد اس نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ ان سب سے جب کبھی فرصت ملتی یا کوئی دوستوں کی ٹولی نیویارک جاتی تو وہ بھی پہنچ جاتی اسی سال وہ نیو یارک گئی ہوئی تھی اور یہاں رات کا کھانا وہ ایک ایسی قدیم سہیلی کے ہاں کھانے کا وعدہ کر چکی تھی اس کا نام مسز جیکس ریفری تھا وہ اس کی شادی کی تقریب میں بھی سہیلیوں کے گروہ میں شامل رہ چکی تھی۔ اس لئے ایک عرصہ کے بعد اس سے ملنے کا موقع ملا تو وہ دونوں بہت خوش تھے۔

اسی محفل میں دو اور مہمان تھے ـــــــــ مسٹر اور مسز سمپسن۔ مسٹر سمپسن ایک اونچے قد کا، مضبوط اور انگریزی وضع قطع کا انسان تھا۔ نیلی نیلی آنکھیں، بھورے بھورے بال، اور گھنی مونچھیں ارنسٹ سمپسن کی وجاہت میں ایک خاص اضافہ کرتے تھے۔ مسز سمپسن آرتھر وب یارسس کی بیٹی تھی۔ مسٹر اور مسز سمپسن کی شادی ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی اور اس وقت ان کے ایک لڑکی تھی۔

اس ملاقات کے بعد دو یا تین دفعہ واٰلس ان سے ملی، نیویارک میں چند دن گھومی، کچھ خرید و فروخت میں مصروف رہی، کھیل تماشوں میں کچھ وقت گذاری کی اور پھر وارنٹن واپس ہوئی۔

حالانکہ جب وہ پہلی مرتبہ وارنٹن آئی تھی تو اس کو یہ شان وگمان بھی

نہ تھا کہ وہ یہاں مستقل طور پر رہیگی لیکن اس چھوٹے سے شہر کی دلچسپیاں جیسا جیسا وہ رہتی گئی بڑھتی گئیں۔ بالاخر اس نے یہ تصفیہ کر لیا کہ وہ یہاں ایک غیر معیّن مدت کے لئے رہیگی۔ دوست احباب، عزیز اقربار ملنے ملانے والے سبھی وارڈن آتے اور کبھی کبھی یہ بھی ان کے ہاں کی ایک آدھ گشت لگاتی غرض یہ دلچسپیاں اسی طرح گذر رہی تھیں۔

. . . .

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو لیس ڈیویس وار فیلڈ کا انتقال بالٹی مور میں ہوا۔ یہ والس کی چچی تھی اس لئے اس کی شرکت ضروری تھی۔ ۲۷ اکتوبر کو والس نے اپنے تمام دوسرے عزیزوں کی معیت میں جنازہ میں شرکت کی۔

۶ دسمبر کو والس اسپنسر کے طلاق کا مقدمہ وارنٹن کورٹ میں پیش ہوا۔ جج جارج لاتھام فلیچر نے مقدمہ کی سماعت کی اور ۱۰ دسمبر وطلاق دلا دی۔

اب والس آزاد تھی اور وہ رشتہ ازدواج جو کمزور پڑ چکا تھا قطعی توڑ دیا گیا اس طرح اس نے اپنی ازدواجی زندگی کا پہلا باب یہاں ختم کیا۔

. . . .

آٹھواں باب

دوسری شادی

وارنٹ میں ایک عرصہ تک رہنے کے بعد واآلس کو پھر سیر وسیاحت کا خیال آیا اور ساتھ ہی اپنی چچی مسز ڈی بی مس کو شریک سفر ہونے پر راضی کر ہی لیا۔ سفر کا طے ہونے کے بعد سوال مقام کا تھا اور اس پر کچھ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت اس لئے درپیش نہیں ہوئی کہ دونوں قریب قریب یورپ ہی جانا چاہتے تھے۔ بحث صرف جزئی تھی اور اختلاف کی خلیج کچھ زیادہ چوڑی نہ تھی اس لئے آسانی سے یہ تصفیہ ہو گیا کہ فوراً ہی یورپ جانا چاہیئے۔

واآلس کا یہ دوسرا سفر تھا۔ یورپ وہ اس سے پہلے بھی ہو آئی تھی لیکن اب کے وہ اپنے اندر ایک نئی روح تڑپتی محسوس کرتی تھی۔ پہلی دفعہ جب وہ گئی تھی وہ حالانکہ شادی شدہ تھی مگر اس کے تعلقات

میں کشیدگی پیدا ہو چکی تھی۔ وہ ایک الجھن میں پھنسی ہوئی تھی اور نہ تو رہائی کی کوئی تدبیر ہی سمجھ میں آتی تھی اور نہ طبیعت ہی ٹھکانے ہوتی تھی مگر اب اس کی حالت بدل چکی تھی۔ ازدواجی زنجیروں کو وہ کاٹ چکی تھی اور اپنے آپ کو ایک آزاد عورت سمجھ رہی تھی۔ — یہی باعث تھا کہ اس کے دل و دماغ میں ایک تازگی اور شادابی سی محسوس ہو رہی تھی۔

یورپ میں انھیں پیرس بھلا معلوم ہوا۔ اور شاید وہاں کے تفریحی مشاغل نے اس کا دل قبضہ میں کر لیا۔ جب یہاں سے طبیعت سیر ہوئی تو انگلستان پہنچے جہاں ارنسٹ سمسن سے ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی سمسن اُن دنوں لندن میں رہتا تھا۔ ایک عرصہ ہوا تھا کہ اس کے تعلقات بیوی سے خراب ہو گئے تھے اور بعد میں طلاق بھی ہو گئی تھی۔ اب وہ تنہا لندن میں جہازوں کی کمپنی کے کاروبار کے سلسلہ میں رہتا تھا۔ اس کی شخصیت اتنی نمایاں تھی کہ سوسائٹی میں ہر جگہ اس کی دماغی قابلیتوں سے زیادہ اس کی وجاہت موضوع بحث رہا کرتی تھی۔ اس وجاہت کو عمدہ اور موزوں لباس چار چاند لگاتا تھا۔ وہ قدیم کتابوں کا بڑا شائق تھا اور اپنے جمع کئے ہوئے کتابوں پر ایک حد تک نازاں بھی تھا۔ اس کو تاریخ اور خصوصاً سوانح حیات کے عنوان سے خاص لگاؤ تھا۔ اکثر کتابیں ان ہی موضوعات پر اس کے ہاں تھے اور وہ اکثر و بیشتر وقت ان ہی کے مطالعہ پر صرف کرتا تھا مطالعہ کے علاوہ سیر و سیاحت کا بھی دلدادہ تھا اور موقع اور محل کی

موزونیت سے وہ آس پاس کی جگہیں اکثر کاٹا کرتا تھا میزباں کی حیثیت سے وہ بہت ہی موزوں تھا اور اتنی دلچسپ اور اخلاقی گفتگو کرتا تھا کہ مہماں اس کی تواضع سے زیادہ اس کے رکھ رکھاؤ سے دلچسپی کا اظہار کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ جب اس نے والس کو دعوتیں دینی شروع کیا تو دونوں میں دوستی بڑھتی گئی اور بہت جلد ان میں بے تکلفی پیدا ہوگئی۔ وہ نہ صرف کھانے کی دعوتیں دیا کرتا تھا بلکہ سینما، تھیٹر یا محفل رقص و سرود میں بھی اسے ساتھ لے جایا کرتا تھا۔ علاوہ اس کے وہ رفتہ رفتہ اسے تحائف اور اسے پھول بھیجنے لگا تھا کہ والس اس کی حرکتوں کو عاشقی سمجھنے لگی۔ گوکہ اس کی عمر میں اس طرح کی عاشقی کا پہلا موقع تھا مگر اس کو پورا لطف آرہا تھا اور وہ جان بوجھ کر اس کو وہ تمام مواقع خود ہی مہیا کرتی تھی جس کے حصول کے لئے سمس بے چین رہتا تھا۔

ارنسٹ سمس نے خواستگاری کی اور حصول مدعا میں کامیاب رہا۔

ان دونوں کی شادی ۲۱ جولائی ۱۹۲۸ء کو ہوگئی۔ ماہ عسل منانے وہ اسپین گئے اور جب لندن واپس ہوئے تو جو مکان رہنے کے لئے لیا اس کا نام "گراس وینر" لکھا کچھ دن بعد برکلے اسٹریٹ میں منتقل ہو گئے یہاں لیڈی چاتھیام کا مکان لیا۔ یہ گو کہ چھوٹا سا تھا لیکن بہت خوبصورت تھا۔ والس سمس نے اپنے خاص مذاق کے مطابق اس کی کچھ اس طرح آرائش و زیبائش کی تھی کہ مکان کی رونق دوبالا ہوگئی تھی۔

والس سمسن کو ورجنیا اور میری لینڈ کے دوست احباب کی یاد ستانے لگی۔ علاوہ اس کے امریکہ اور انگلستان کی معاشرت میں جو فرق ہے وہ بھی اس کے لئے پریشان خاطر تھا۔ حالانکہ بادی النظر میں یہ فرق اتنا خفیف سا تھا کہ آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لیکن والس سمس نے اپنے آپ کو اس معاشرت میں اجنبی محسوس کیا۔ خرید و فروخت کے طریقے، نوکروں کے ہدایت کرنے کے انداز، صبح میں کافی کی بجائے چار کا استعمال اور اسی قسم دوسری معمولی سی معمولی باتیں بھی اس کو خلافِ عادت معلوم ہونے لگیں۔

تقریباً ایک سال گذر چکا تھا کہ والس سمس کو امریکہ جانا پڑا۔ یہ اتفاق اس وجہ سے ہوا کہ اس کی ماں واشنگٹن میں سخت علیل تھی بیماری کی خبر سنتے ہی والس سمس جانے کے لئے بے چین ہوگئی اور جب ماں کے بسترِ علالت پر پہنچی ہے تو یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ بے ہوش ہے اور اس سے گفتگو کرنے کے ناقابل۔ ایک ہفتہ اسی طرح گذر گیا اور اس کو اپنی ماں سے آخری مرتبہ گفتگو کرنے کا موقع نہ ملا۔

ماں کا انتقال اس کے لئے ایک ناقابل برداشت غم تھا۔ ان دونوں میں عجیب و غریب قسم کی محبت تھی حالانکہ اس کی ماں نے باپ کے انتقال کے بعد پھر شادی کرلی تھی اور والس اپنے چچا کے ہاں رہتی تھی مگر یہ چیزیں ان کی محبت کے درمیان حائل نہیں تھیں اور ان میں وہی سچی محبت تھی جو ماں اور اکلوتی بیٹی کے درمیان ہونی

چاہئے تھی۔ والس کی شادی اس کی برائی بھلائی، اس کے پریشان کن خیالات کو یکجا کرنا اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں اس کی ماں نے حتی الامکان مدد کی تھی اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب والس کو کہیں بھی امن و اماں یا بے فکری میسر نہ آئی تھی تو وہ اپنی ماں کے ہاں چلی جاتی تھی جہاں وہ علایق دنیا اور تمام اندیشناک خطروں سے محفوظ رہتی تھی۔

لندن واپس ہوئی تو وہ اس قدر ملول اور دل گرفتہ تھی کہ اس کا دل نہ لگتا تھا۔ جانا آنا دوست احباب سے ملنا جلنا اس نے سب کچھ ترک کر دیا تھا مگر آخر اس حالت میں وہ کب تک زندگی کے دل گذارتی۔ مجبوراً اس کو رفتہ رفتہ اپنا غم غلط کرنے کے لئے دوستوں کی صحبتوں میں دلچسپی لینی پڑی۔

. . . .

جوں ۱۹۳۱ء تک اسی طرح دن گذرتے رہے اور والس سمن کا حلقۂ احباب اتنا وسیع ہو گیا کہ اس میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ علمی ادبی مذاق رکھنے والے، تجارت پیشہ، امراء اور معززین بھی اس کی دعوتوں میں شریک ہوتے اور یہ بھی ان سب کے ہاں برابر آتی جاتی۔

دوستوں میں کچھ ایسی عورتیں بھی شریک تھیں جنھیں دربار میں باریابی حاصل ہو چکی تھی اور انھیں کو پہلی دفعہ یہ خیال کہ والس سمن

کو بھی دربار میں حاضری دینی چاہیئے۔ یہ ایک اعزاز تو یقیناً تھا لیکن والس سمپسن اس کی خواہشمند نہ تھی اس لئے وہ ٹالنے لگی مگر دوستوں نے کہہ سنکر راضی کر ہی لیا۔ شرائط کے منجملہ طے پایا کہ اس سلسلہ میں روپیہ خرچ ہونے کا سوال نہ آنے پائے اور دوستوں نے ایسا درباری لباس اس کے لئے تیار کر دیا۔

والس سمپسن نے اپنے لئے بہترین لباس پسند کیا۔ یوں بھی وہ ایک جامہ زیب عورت ہے لیکن اس موقع کے لئے اس نے اپنے پورے مذاقِ سلیم کو کام میں لایا۔ آرائش اور زیبائش کا کوئی ہنر ایسا نہ تھا کہ جو اسے آتا ہو اور اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا ہو لباس کی وضع قطع، آرائش جمال اور بناؤ سنگھار کے طریقے اس کے حسن کو چار چاند لگاتے تھے اور وہ جب اس لباس میں اپنے گہرے سے گہرے ملاقاتی کے سامنے آئی تو اس نے اس کو ایک نئی ہستی ہی سمجھا۔

۱۰ر جون ۱۹۳۱ء کے دربار میں والس سمپسن کی باریابی ہوئی۔ یہ چوتھا اور اس موسم کا آخری دربار تھا۔ سابق شہنشاہ جارج پنجم کے سوا ملکہ میری، پرنس آف ویلز، ڈیوک آف گلوسٹر، پرنس جارج بھی شریک تھے۔ خاندانِ شاہی کے دوسرے افراد میں شہزادی میری، کونٹس آف ہیروڈ، ارل آف ہیروڈ، ڈیوک آف کناٹ، شہزادی ایلس، کونٹس آف اتھلون، میجر ارل آف اتھلون، لیڈی

لوئی مونٹ بیاٹن بھی شامل تھے۔

امریکی سفیر کی بیوی مسز چارلس جی ڈاویس نے نو عورتوں کو پیش کیا ان کے نام مسز ولیم آر آمس، مسز کونٹل وائیولٹ، مس کیرال ڈونوہف مسز جلمیس گیلارڈ مالڈون، مسز چارلس اُوبرائے، مسز ہربرٹ سی گریر، مسز ارنسٹ، مس باربرا یرٹ، اور مس آگسٹا ٹرمبل تھے۔

اخبار کے ایک نمائندہ نے اس موقع پر لکھا تھا۔

"جب یہ عورتیں قصرِ بکنگھم کے اس مخصوص کمرے کے سامنے آتی تھیں جس میں کہ تخت شاہی تھا تو ایک خاص قسم کے راگ الاپے جاتے تھے جو فردوس گوش ہونے کے علاوہ ایک مرعوب کن شان و شوکت کے تاثرات پیدا کرنے کا باعث ہوتے تھے۔

" ملک معظم ملکہ کی معیت میں ساڑھے نو بجے درباری کمرے میں رونق افروز ہوئے ان کو گھیرے ہوئے خاندانِ شاہی کے سارے افراد بھی تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاروں کے جھرمٹ میں چاند طلوع ہو رہا ہے۔ پرنس آف ویلز کی جگہ ملک معظم کے بالکل عقب میں تھی۔"

اس موقع پر مختلف ممالک کے سفیر، امیر، رئیس اور عہدہ دار بھی موجود تھے اور ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں۔ ایسے مواقع پر عام طور سے لباس و آرائش کے بہترین نظارے دکھائی دیتے ہیں۔

ہر شخص بہتر سے بہتر لباس میں اپنے حسن سلیقہ کی داد چاہتا ہے۔ فوجی عہدہ دار ایسی بانکی ترچھی وردیاں پہنے عجیب انداز میں اکڑتے نظر آتے ہیں۔ امرا کی بیویاں اپنے سارے خاندانی جواہرات سے لدی ہوتی ہیں۔

"ملک معظم زرین کرسی پر جلوہ فرما تھے اور پیش کیے جانے والی عورتیں یکے بعد دیگرے نہایت سلیقہ کے ساتھ مجرا بجالانے کا شرف حاصل کر رہی تھیں"

———— • ————

نواں باب

والس سمسن کی دلچسپیوں کا مرقع

والس سمسن دنیا کی بہترین لباس پہننے والی عورتوں میں سے ہے۔ وہ پیرس کے بہترین خیاطوں سے اپنا لباس سلواتی ہے۔ نہ صرف اس کے لباس میں تراشں کی خصوصیت ہوتی ہے بلکہ کپڑا بھی بہت ہی خوش رنگ اور بہت ہی اچھی وضع کا ہوتا ہے۔ وہ کالا لباس بہت کم پہنتی ہے مگر جارج پنجم کی تعزیت کے سلسلہ میں اس نے جو کالا لباس پہنا تھا وہ بہترین سمجھا گیا۔

نیلا رنگ اس کو بیحد مرغوب ہے۔ اس کی نیلی آنکھوں، کھلے گندمی رنگ اور بھورے بالوں کی مناسبت سے نیلے رنگ کا لباس اسکو غیر معمولی طور پر موزوں نظر آتا ہے۔

اس کی مسکراہٹ میں بجلی کی سی چمک ہوتی ہے اور دل کو

تڑپانے والا اثر۔ جب وہ مسکراتی ہے تو لبوں کی ایک خاص جنبش سے جو اثر پیدا کرتی ہے وہ بہت کم فراموش کیا جا سکتا ہے اور پھر موتی جیسے سفید دانتوں کی جو نمائش اس سلسلہ میں ہوتی ہے وہ دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

وہ اپنے ناخنوں پر گہرے رنگ کی پالش نہیں کرتی بلکہ ہلکے گلابی رنگ کو زیادہ پسند کرتی ہے۔

بچپن میں اس کا جسم زیادہ سڈول نہ تھا بلکہ ایک حد تک تناسب نہ تھا اور وہ اُن دنوں صرف اپنی صورت کی جاذبیت پر بھروسہ کرتی تھی مگر اب پیرس کے صاحب نظر نقادوں کا خیال ہے کہ والس سمسن کا جسم کمال کی حد کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اعضاء کا تناسب یوں بھی بغیر حسن صورت کے ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اب اگر اس پر طرہ سڈول اور متناسب اعضاء کا رہے تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔

دل کا لباس عموماً گلے کے پاس اونچا ہوتا ہے اور اس کی آستینیں لمبی اور چست ہوتی ہیں۔

رات میں وہ ایسا لباس پہنتی ہے جس میں کہ اس کی پیٹھ کھلی رہ سکے اور وہ بلاشبہ دنیا کی اُن چند عورتوں میں سے ہے جنھیں اس وضع کا لباس زیب دیتا ہے۔

نارنجی رنگ کی آمیزش جو شاہی خاندان کے لئے مخصوص ہے والس سمسن کو بھی پسند ہے۔ کھیل کے موقع پر یہ اکثر نارنجی رنگ کی آمیزش

لیا ہوا لباس پہنتی ہے۔ اور چونکہ ایسے موقع پر وہ ٹوپی نہیں پہنتی اس لئے ایک فیتے سے اپنے بال باندھتی ہے اور یہ نارنجی رنگ ہی کا ہوتا ہے
وہ امریکی جوتے پسند کرتی ہے اور خصوصاً ڈیلمس کے بنائے ہوئے گیسو سازے میں وہ انٹونی ڈی پیرس کے خدمات حاصل کرتی ہے

...

لیکن ان سب کے علاوہ جو چیز عورتوں کو رشک و حسد میں مبتلا کرتی ہے وہ اس کا جواہر کا مذاق ہے۔ دوسری عورتیں بھی جواہر پہنتی ہیں اور بہت سی تو وانس سے کہیں زیادہ استعمال کرتی ہیں لیکن کسی کو جواہرات سے زیب نہیں دیتے جتنے کہ وانس کو۔
بعض تصویروں میں وانس کے گلے میں مالا نظر آئیگا یہ اس کا پُرانا مذاق ہے۔ اب وہ کبھی موتی شوق سے نہیں پہنتی اور اس کی نظروں میں وہ آب سے بے آب ہو گئے ہیں۔
لیکن وہ ہیرے، نیلم، پکھراج، لعل اور الماس پہنتی ہے۔ کھیل کے موقع پر جو لباس وہ پہنتی ہے۔ اس پر ایک کلپ ۲½ انچ کا لگاتی ہے جس کی شکل مثلث کی سی ہوتی ہے اور جس میں مربع شکل کے خوبصورت جواہر جڑے ہوتے ہیں۔
زیورات دن کے اور رات کے الگ الگ ہیں۔ دن میں وہ اکثر ہیروں کا مالا پہنتی ہے جن کی تراش خاص وضع کی ہوتی ہے اور جو نئی طرح سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس مالا کے بیچوں بیچ بڑا

سا پکھراج ہوتا ہے۔ مالا کے علاوہ ہاتھ میں صرف ایک انگوٹھی ہوتی ہے جس میں تین کوئی ہیرا اور تین کوئی پکھراج جڑے ہوتے ہیں۔ ہیرے کے کانٹے بھی وہ لباس میں لگاتی ہے اور بعض بعض دفعہ ہیرے کی چوڑیاں بھی پہنتی ہے۔ ان چوڑیوں میں پلاٹینم بھی ہوتا ہے اور جہاں سے یہ چوڑیاں کھلتی ہیں وہاں ایک چکری بنی ہوئی ہے جو بالکل گھڑی کی شکل کی نظر آتی ہے۔

کسی زمانہ میں وہ بُندوں کو پسند کرتی تھی لیکن اب وہ پھر پہننے لگی ہے۔ سب سے مرغوب وہ جوڑی ہے جو کھلے ہوئے پھول کی شکل کی ہے۔ اس پھول کی پتیاں الماس کی اور زرد پکھراج کا ہے جو اس قدر جاذب نظر ہے کہ خود واٹس سمن اس کو پہنی ہوئی منٹوں تک آئینہ کے آگے اس کی بہار دیکھا کرتی ہے۔

تمام کے جواہرات ایک بڑی تعداد میں علیحدہ ہیں۔ ان کی تراش طرزِ جدید کے اصولوں کی پیروی میں کی گئی ہے اور پیرس کے مشہور جوہری وان کلیف اور آرپلس نے ان کو جڑا ہے۔

. . .   .

لیکن تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ دوسری عورتیں بھی زیور پہنتی ہیں، جواہرات استعمال کرتی ہیں، اور عمدہ سے عمدہ لباس پہنتی ہیں مگر ان میں وہ بات کہاں جو واٹس سمن میں ہے ——

دل فریبی! بیشک یہی وہ خصوصیت جو واٹس سمن میں ہے

اور دوسری عورتوں میں نہیں۔ اس کا ایک دوست بیان کرتا ہے:۔
"والس اپنی دل کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتی لیکن جب موقع
اس کی تائید کرتے ہیں تو وہ نہایت نرمی اور ملائمیت سے اپنا عندیہ
اشاروں اور کنایوں میں ظاہر کرتی ہے اور بڑا خیال اس کو اس
موقع پر یہ ہوتا ہے کہ اس کے مشوروں سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور
جہاں اس کا یقین نہیں ہوتا وہاں محفل کے رنگ میں اپنے آپ کو
ڈبو دیتی ہے اور ہاں میں ہاں ملاتی ہے۔"

وہ بڑی موقع شناس ہے اور وہی بولتی ہے جو دوسرے
چاہتے ہیں۔ بے ضرورت مخالفت اور خواہ مخواہ اپنی رائے پر
اصرار وہ ہرگز نہیں کرتی۔ وہ نہ صرف لوگوں کی رائے کو تول لیتی
ہے بلکہ وہ مردم شناس بھی ہے کس شخص کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ
کرنا اور کس عورت کے ساتھ کس طرح سے ملنا جلنا وہ خوب جانتی ہے
یہی وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے وہ ہر محفل میں لوگوں کو خوش
کرتی ہے اور بسا اوقات لوگ اس کو اپنا ترجمان بناتے ہیں گفتگو
کا دلچسپ انداز اور بولنے کا دل لبھانے والا طرز اس کی جاذب نظر
شخصیت سے مل جل کر ایک عجیب سی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

. . .

لوگ والس کے نام سے واقف ہو چکے ہیں لیکن یہ کہاں
جانتے ہیں کہ :۔

وہ فلم کی دلدادہ ہے اور خصوصاً مزاحیہ کھیل بہت پسند کرتی ہے۔ اڈی کیا سٹر اور ہیرلڈ لائیڈ اس کے منظور نظر ہیں۔

وہ ایسی نمائش پسند نہیں کرتی۔

وہ دوستی کا برتاؤ تو کرتی ہے لیکن تعلقات زیادہ نہیں بڑہاتی۔

اس کا دماغ کیمرہ کی طرح ہمیشہ حاضر رہتا ہے۔ کسی مزین کمرہ میں اس کو ایک منٹ کے لئے لیجاؤ اور دوسرے منٹ میں وہاں کے ساماں کی ساری تفصیل اس سے سن لو۔

. . . . . .

والس سمس کو دعوتیں ترتیب دینے کا ایک خاص ملکہ ہے جس کو بہت سی عورتیں خداداد سمجھتی ہیں کیونکہ باوجود انتہائی کوشش اور خیال کے انھیں یہ چیز حاصل نہیں۔ ہفتہ میں تین یا چار مرتبہ وہ اپنے دوستوں کو چاء پر مدعو کرتی ہیں اور ایک یا دو دفعہ شام کے کھانے پر۔ ان دعوتوں میں عموماً مہمانوں کی تعداد کم ہوتی ہے مگر خاص خاص دوست ضرور شامل ہوتے ہیں۔ ان مخصوص دوستوں کی فہرست میں لیڈی آکسفورڈ ڈیوک اور ڈچیس آف سدرلینڈ، لارڈ اور لیڈی براؤن لو، لیڈی ڈئیانا، لارڈ اور لیڈی لوی مونٹ بٹیں، لیڈی کسارڈ، لیڈی کال فاکس وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے دوست مختلف المذاق ہیں اور وہ بھی ان سب کے ساتھ ان ہی کے مذاق کے موافق گفتگو کرتی ہے اور دراصل یہی وہ

خوبی ہے جس کی وجہ سے لوگ اس سے ملنے کے خواہش مند ہوتے ہیں
ضیافت کے اصول جو اس نے مرتب کیے ہیں حسب ذیل ہیں:-
کھانے پر گفتگو کا موضوع ایسا ہو جس میں سب مہمان برابر
کی دلچسپی محسوس کریں اور برابر شریک ہو سکیں اسی وجہ سے وہ زیادہ
تعداد میں لوگوں کو ایسے موقع پر جمع کرنے کی طرفدار نہیں ہے ۔
اچھا میزبان وہ اسی کو سمجھتی ہے جو گفتگو کی ابتدا خود ہی کرے
اور ایسے دلچسپ مسئلہ کو خود ہی چھیڑے جس میں سب کے سب حصہ
لے سکیں اور پھر خود خاموش ہو جائے اور دوسروں کو تبادلہ خیال کا
موقع دے ۔
کھانا پر تکلف کی بجائے مزیدار ہو ۔
شراب کے دور زیادہ سے زیادہ دو چلائے جائیں ورنہ
گفتگو میں دلچسپی نہ رہے گی ۔

دسواں باب

لندن کی زندگی

نیو یارک کے ساحل پر ۱۹۳۳ء کی بہار میں ایک جہاز ٹھہرتا ہے اس کے مسافروں کی لمبی فہرست میں مسز ارنسٹ سمسن کا نام بھی نظر آتا ہے۔

لیکن یہ نام اخبار کے نمائندوں کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے نہ کسی نے ملنے کی خواہش کی اور نہ کسی نے اس کے حرکات اور سکنات کی طرف توجہ کی۔ اُن بے شمار فوٹو گرافروں میں سے جو جہاز کی ممتاز ہستیوں کی تصویروں کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے تھے کسی نے بھی اس کے آگے کیمرہ نہیں پیش کیا۔

والس سمسن آسانی سے جہاز سے اتری اور تھوڑی دیر کروڑ گیری کے دفتر میں سامان رکھا کر ریل کے اسٹیشن پر پہنچی۔ اُس نے واشنگٹن کا

ٹکٹ لیا اور آرام سے کے ساتھ بغیر مداخلت کے سفر کرنے لگی۔

وہ اپنی چچی مسز ڈی بی میرتھی مس سے ملنے آئی تھی۔ ماں کے انتقال کے بعد اس کی دلچسپیاں چچی کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھیں جب وہ واشنگٹن کے اسٹیشن سے گھر جارہی تھی تو اس کے دماغ میں ماضی کی یاد تازہ ہو رہی تھی اور گذشتہ واقعات متحرک تصویروں کی طرح یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں کے آگے آتے اور جاتے تھے ——— اس نے دیکھا کہ وہ ایک بچی ہے اور اپنے ساتھ والی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود رہی ہے، وہی دوڑ دھوپ اور وہی شرارتیں، وہی پڑھنا لکھنا اور پھر مدرسہ ——— اُفوہ! ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مدرسہ چھوڑے ہوئے اسے صدیاں گذر گئیں اولڈ فیلڈ کا مدرسہ اور مس ماں کی نگرانی، لڑکوں کو خطوط لکھنے سے مانع رکھنے کی مس ماں کی کوشش اور تنبیہ ——— جنگ عظیم کا آغاز، ملک کے گوشہ گوشہ میں ایک بے چینی اور انتشار کی لہر کا دوڑنا۔ دعوتوں اور ضیافتوں کی بے رونقی ——— اس کی شادی، پہلی شادی! بہت سے واقعات! پھر اسکی ماں کا انتقال

پرانے دوست احباب اور عزیز واقربا سب ہی نے ضیافتیں ترتیب دیں اور اس وقت تک چونکہ لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ والس سمسن دربار میں بھی پیش ہو چکی ہے اور پرنس آف ویلز سے ملاقات کر چکی ہے۔ اس لئے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ دربار کی تفصیل اس کی

زبانی سننے اور اس کو بیتیں ہونے کا موقع کس طرح ملا اس کی بھی تشریح معلوم کرے۔ ہز رائیل ہائینس پرنس آف ویلز کے متعلق بھی لوگ شخصی معلومات اور تاثرات چاہتے تھے۔

والس شمس کو سب سے بڑی خوشی اس بات کی تھی کہ اس کے جملہ دوست احباب اس کے ساتھ تھے اور وہ قدیم رشتہ دوستی جو ایک عرصہ قبل قائم کیا گیا تھا اس موقع پر دوبارہ استوار کیا گیا۔ ایسے پوری دعوتوں میں شرکت کی رقص و سرود کی محفلوں، سیما اور تھیٹروں میں سب کی شریک رہی ایک عرصہ ان ہی باتوں میں گذر گیا اور اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کتنے دن گذر گئے۔

حتیٰ کہ وہ وقت قریب آتا نظر آیا جبکہ اسے واپس جانا تھا۔ سارے دوستوں کو شکایت تھی کہ اس نے اپنا قیام بہت کم دن رکھا اور یہ ایک حقیقت تھی کہ خود اسے بھی اس کا خیال ہو رہا تھا مگر واقعات ایسے تھے کہ اسے نظام العمل میں تبدیلی نہ کرنی چاہیئے تھی۔ اس لئے بہت کچھ کہنے سننے کے بعد دوستوں سے معافی چاہ کر وہ لندن واپس ہوئی۔

. . . .

لندن موسم بہار کا آغاز تھا۔ لوگ جو اپنے دیہاتی مکانوں کو چلے گئے تھے یکے بعد دیگرے واپس ہو رہے تھے سینماؤں میں بہترین فلم دکھائے جا رہے تھے، تھیٹروں میں شہ کار ڈرامے کھیلے جا رہے تھے، ناچ گھروں میں بہترین رقص و سرود کی محفلیں منعقد کی جا رہی تھی۔

ایسے وقت میں جبکہ لوگ اپنے کاروبار کے علاوہ تفریحی مشاغل میں بھی کافی سے زیادہ حصہ لے رہے تھے پرنس آف ویلز اور مسز سمپسن ساتھ ساتھ نظر آ رہے تھے۔ کلب میں، ریس کورس میں، تھیٹر میں، اور دوسرے تفریحی مقامات پر، مسز سمپسن کے گھر پر پرنس آف ویلز چائے میں شرکت کرتے اور قصر سینٹ جیمس میں مسٹر اور مسز سمپسن دعوتوں میں مدعو ہوتے۔ غرض یہ کہ میل ملاپ آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔

جو لوگ والس سمپسن اور پرنس آف ویلز دونوں کی طبیعتوں سے بخوبی واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ دوستی بڑھنے کے کیا اسباب ہیں۔ پرنس کو والس کی طبیعت اور والس کو پرنس کی طبیعت میں بیگانگی نظر نہ آتی تھی۔ والس جس طرح اوروں کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کرتی تھی اسی طرح پرنس کے ساتھ بھی سلوک کرتی تھی اور در اصل یہی اس کی بے تکلفی پرنس کو بہت بھاتی تھی۔ وہ درباروں اور تصنع آمیز تکلفات سے تنگ آ گیا تھا اور خلوص اور نیک نیتی کا متلاشی تھا۔ والس کے مکان میں وہ چیز تھی جو اس کو قصر شاہی میں نظر نہ آتی تھی اور وہ یقیناً گھریلو زندگی تھی۔ قصر میں اس میں کوئی شک نہیں کہ آرام و آسائش کے وہ سارے سارو سامان مہیا تھے جس کی ضرورت ایک شہزادہ کو ہوتی ہے مگر محل کی شاہی فضا اس چیز سے خالی تھی جس کی کہ ایک انسان کو ضرورت پڑتی تھی۔ شہزادہ کے سینہ میں ایک انسانی دل تھا اور وہ شہزادہ کی شخصیت کے علاوہ

انسانی وجاہت بھی رکھتا تھا اس لئے قصر کی چار دیواری اسے شہزادہ کی ساری ضروریات تو پوری کرتی تھی مگر انسانی لوازمات کا وہاں مطلق خیال نہ تھا۔ والس سمپسن ایک مردم شناس عورت تھی اور اس نے پہلی ہی ملاقات میں بھانپ لیا کہ شہزادہ کس شئے کا متلاشی ہے اور وہ کیونکر مہیا کی جا سکتی ہے۔

۱۹۳۴ء کا موسم گرما تھا اور پرنس تبدیلی آب و ہوا کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ مہمانوں کی فہرست میں مسز سمپسن اور اس کی چچی بھی شامل تھی۔

۱۲ ستمبر کو "کینے" کے مقام سے حسب ذیل خبریں اخباروں میں اشاعت کے لئے موصول ہوئیں :۔

"پرنس آف ویلز کینے کے مقام کو پسند فرما رہے ہیں اور اسی سبب سے انھوں نے اپنے قیام میں مزید تین روز کا اضافہ کیا"۔

"سینکڑوں افراد خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے جب کہ پرنس آف ویلز نے مسز سمپسن کے ساتھ رقص کے کمالات دکھائے"

"حالانکہ یہ اعلان ہو چکا تھا کہ پرنس آف ویلز کشتی میں ہی رہیں گے لیکن خلاف توقع وہ کل شام میں ساحل پر اترے۔ ان کے ساتھ علاوہ دوسرے اشخاص کے مسز سمپسن بھی تھی"۔

فروری ۱۹۳۵ء آسٹریا میں شاندار کھیل ہو رہے تھے اور آس پاس کے امراء، جاگیردار اور شہزادے، شہزادیاں سب

جمع تھے۔ پرنس آف ویلز بھی مدعو تھے اور ان کے استقبال کے انتظامات بڑے زور و شور سے ہو رہے تھے کیونکہ علاوہ سلطنت برطانیہ کے ولی عہد ہونے کے خود بھی خاصے ہر دل عزیز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کو خوش آمدید کہنے ہر طبقہ کے لوگ جمع تھے۔
پرنس کے ساتھ مسز سمپسن بھی تھیں اور دونوں ساتھ ساتھ کھیل تماشوں میں شریک ہوئے۔

. . . .

ایڈورڈ ہشتم اور مسز سمپسن کے متعلق جو کچھ بھی اب تک کہا گیا ہے اس میں قصر بلویڈیر کو خاص طور پر دخل ہے۔
شاہی محلات میں قصر بلویڈیر ایڈورڈ ہشتم کو سب سے زیادہ پسند ہے اور اس پسندیدگی کے مختلف وجوہات بیان کئے جاتے لیکن ان میں جو اختلاف ہے اور ہر شخص اپنے خاص نقطۂ خیال سے روایت کرتا ہے اس لئے ہم یہاں اس سے بحث نہ کریں گے۔ اتنا جاننا ضروری ہے کہ بلویڈیر ایڈورڈ ہشتم کی محبوب رہائش گاہ ہے۔
یہ قصر لندن کے مضافات میں واقع ہے ــــــ تقریباً تیس میل موٹر کا راستہ بہت اچھا ہے اور ایڈورڈ ہشتم عموماً موٹر رانی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ یہاں کی فضا اور لندن کی فضا میں بین فرق ہے۔ حکومت کے کاروبار سے تھکے ہوئے شاہ کو یہاں

طمانیت و سکون میسر آسکتا ہے کیونکہ یہاں کاروبار اور نظم ونسق کی گرم بازاری نہیں ہوتی اور آرام لینے یا تفریحی مشاغل سے دل بہلانے کے لئے سارے انتظامات مکمل ہوتے ہیں۔ چونکہ فطرتاً ایڈورڈ ہشتم کو نظم ونسق کے شوروغل سے دور رہ کر آرام و اطمینان کی زندگی پسند ہے اس لئے یہ قصر ان کی امیدوں کا مرکز ہے اور وہ اکثر یہاں آکر اپنی پریشانیوں اور الجھنوں کو بھول جایا کرتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جہاں وہ اپنے خاص دوستوں کو دعوتیں دیتے ہیں اور ان کی موجودگی سے پورا پورا استفادہ کرتے ہیں۔ یہاں وہ تکلفات بہت کم برتتے ہیں اور دوستوں سے دوست کی طرح ملتے جلتے ہیں۔

بلحاظ مکانیت بلویڈیر بہت چھوٹا قصر ہے اور شاید دوسرے شاہی محلات کے مقابل میں گنجائش اور شان وشوکت کے لحاظ سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور اسی وجہ سے قصر اپنے وسیع اراضی کے ساتھ ایک دیہاتی منظر کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتا ہے۔

یہاں نہانے کا ایک بہت ہی اچھا حوض ہے جس میں ایڈورڈ ہشتم مع دوستوں کے اکثر تیرتے ہیں۔ ٹینس کورٹ بھی ہیں اور پیدل چلنے کے لئے بہترین سبزہ زار اور یہی وہ مقام ہے جہاں تھکا ماندہ جسم اور راحت طلب روح درختوں کی گھنی چھاؤں اور مرغزاروں کے فرش مخملیں پر سکون حاصل کر سکتی ہے۔

اس قصر کے صحن میں جو چیز ہے وہ بہت ہی آراستہ اور پیراستہ ہے۔ ایڈورڈ کو جو چمن سے فطری لگاؤ ہے اس سے استفادہ کرنے کا موقع بہت ملتا ہے۔ پھولوں میں یوں تو سبھی پسند ہیں لیکن نرگس اس کا محبوب پھول ہے اور اس لئے اس چمن میں نرگس کے تختے کے تختے نظر آتے ہیں اور جتنی مختلف قسمیں اس پھول کی یہاں دکھائی دیتی ہیں وہ دوسری جگہ بہت کم ملتی ہیں۔

مہمان عموماً یہاں چائے پر مدعو ہوتے ہیں اور ملاقاتی کمرے میں ہی چائے پینے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ کمرہ وسیع ہونے کے علاوہ بہت ہی ہوادار ہے۔ علاوہ روشن دانوں کے تین خوبصورت کھڑکیاں چمن کی طرف نکلتی ہیں جہاں سے ہوا کے تازہ جھونکے اور پھولوں کی لپیٹ کچھ اس انداز میں آتی ہے کہ لندن کی گنجان فضا سے آنے والا مہمان اپنی روح میں تازگی کے آثار پاتا ہے۔ گلدانوں میں نہایت خوش وضع اور معطر پھول جا بجا تپائیوں پر اپنی پوری بہار دکھلاتے ہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمرہ نہیں ہے بلکہ صحن چمن جہاں بہار کا دور دورہ ہے کمرہ کا فرنیچر نہایت ہی قدیم وضع کا اور عجیب دلکش انداز میں سجایا گیا ہے۔ دیواروں پر جو نقشا ویر آویزاں ہیں وہ مصوری کے زرین کارنامے ہیں۔ اطالوی اور ڈچ مصوروں کے شہ کارمں کے لحاظ سے اپنی قدر و منزلت میں لاثانی ہیں۔

اس کمرہ سے ملا ہوا کھانے کا کمرہ ہے جو اپنی سادگی کے

لحاظ سے بڑا دلچسپ نظر آتا ہے۔ اس میں خاندان شاہی کے افراد کی تصویریں لٹکتی ہیں۔ کھانے کا میز بہت ہی اچھی لکڑی کا خاص انداز میں بنایا گیا ہے اور اس پر کسی قسم کا ریشمی یا مخملی کپڑا نہیں ڈالا جاتا۔

ہفتہ کی شب میں اکثر عشائیہ ترتیب دیا جاتا ہے اور ان مواقع پر ایڈورڈ اسکاچ ڈریس میں ہوتے ہیں۔ ایڈورڈ ہشتم کے دوستوں خصوصاً عورتوں کا خیال ہے کہ اس لباس میں وہ اپنی شخصیت بہترین طریقہ پر نمایاں کرتے ہیں۔ کھانے کے ختم پر جب کافی کا دور چلتا ہے تو اسکاٹ لینڈ کا مشہور باجا سامعہ نواز ہوتا ہے۔

غیر شادی شدہ بادشاہوں کی طرح ایڈورڈ ہمیشہ ایسے موقعوں پر اپنے داہنے طرف ہر مرتبہ ایک نئے مہمان کو بٹھاتا ہے۔ لنچ کے موقع پر کھانے کا انتظام بہت سادہ سیدھا ہوتا ہے۔ نوکروں کی تعداد بھی محدود ہوتی ہے۔ اور کھانے کی میز پر گرم اور ٹھنڈا کھانا دونوں ساتھ ساتھ چن دیا جاتا ہے اور مہمان اپنی پسند اور اپنے شوق کے لحاظ سے گرم یا ٹھنڈا کھانا خود استعمال کر لیتے ہیں۔

دوسرے محلات کی طرح اس قصر میں بھی متعدد سونے کے کمرے ہیں اور ہر کمرہ کے علیحدہ علیحدہ نام۔ مثلاً کسی کا نام "ملکہ کا کمرہ" ہے تو کسی کا "نیلا کمرہ" اور کسی کا "پرنس ولیم کا کمرہ" وغیرہ

. . . .

ایڈورڈ ہشتم کے خاص دوستوں کی فہرست حسب ذیل افراد پر مشتمل ہے :-

ڈیوک اور ڈچس آف سدرلینڈ، لارڈ اور لیڈی موئی مونٹ بیٹن، لارڈ اور لیڈی براؤن لو، لارڈ ڈڈلی، آنریبل اے ڈف کوپر، لیڈی ڈیانا ڈف کوپر، آنریبل اور مسز ایولن فٹز جرالڈ، لیڈی کنارڈ، مسٹر اور مسز کالن بوئیسٹ اور مسٹر اور مسز سمسن۔

انہیں دوستوں میں مسٹر اور مسز سمسن خاص طور پر نمایاں ہیں اور ہر وہ مخصوص دعوت جو بلویڈیر میں ہوتی ہے ان دونوں کی شرکت بھی لازمی ہوتی ہے۔

اوپر کی فہرست میں جن افراد کے نام ہیں وہ سب کے سب ایڈورڈ کے قریب قریب ہم عمر ہیں اور ان سب کا مذاق شاہ سے ملتا جلتا ہے اور یہی سبب ہے کہ احباب کا یہ دائرہ ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ ڈف کوپر برطانوی کابینہ کے رکن بحیثیت وزیر جنگ ہیں اور اس کے علاوہ مشہور مصنف بھی ہیں۔ لیڈی ڈیانا اسٹیج کی شہرۂ آفاق ہستی ہیں۔ لارڈ موئی موسٹ بٹین ایڈورڈ کے رشتہ کے بھائی ہیں سدرلینڈ خاندانی دولت اور اعزاز کی وجہ سے دربار میں ایک خاص وجاہت رکھتا ہے، کیپٹن فٹز جرالڈ مسٹر سمسن کی طرح ایک کاروباری شخص ہیں۔

. . .

جنوری کی اکیسویں تاریخ تھی اور سنہ ۱۹۳۶ کا دفعتاً فضا میں
ایک مہیب آواز گونجی ——— "بادشاہ کا انتقال ہوگیا —
بادشاہ زندہ باد؟"

ایڈورڈ ہشتم برطانیہ کے تخت وتاج کا مالک ہوگیا۔ اور
دوسرے دن درباری تزک واحتشام اور پورے روایتی طریقوں کے
ساتھ اسکی بادشاہت کا اعلان کیا گیا۔

اُن دنوں لندن کے شہریوں میں ایک عجب ہلچل سی پیدا تھی
ہر گلی کوچوں میں سابق بادشاہ کا رنج وغم سیاہ لباسوں سے اور تعزیتی
جھنڈوں سے آشکار تھا اور ہر محفل میں نئے بادشاہ کی شخصیت پر تنقید
وتبصرہ تھا۔ حالانکہ ایڈورڈ کو لندن اور مضافات کا بچہ بچہ بلکہ ساری
دنیا جانتی تھی کہ وہ کس قابلیت اور کس شخصیت کا مالک ہے۔ اس کی
مستعدی اور کارکردگی، اس کا تجربہ اور اس کی واقف کاری سب پر
عیاں تھی مگر لوگوں کو فکر اس کی تھی کہ یہ نیا عہدہ اور نیا بار اس کے
کشادہ کندھوں پر کس طرح زیب دیتا ہے دیکھیں۔

مارچ میں ایڈورڈ نے بحیثیت ملک معظم جو تقریر نشر کی اس میں
اپنے والد مرحوم کی کارگذاریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اُس نے
کہا تھا۔

"حکومت کا بار اب مجھ پر پڑا ہے اور اُن کے جانشین کی حیثیت
سے مجھے اس کا اٹھانا ضروری بھی ہے۔

آپ لوگ مجھ سے پرنس آف ویلز کی حیثیت سے واقف ہیں اور اسی حیثیت سے میں نے بھی جنگ عظیم اور اس کے بعد سے عوام کے خیالات کو ان کے قریب رہ کر جانچا ہے اور اسی سلسلہ میں ہر ملک کے افراد کے خیالات رجحانات اور ذہنی کاوشوں سے بڑی حد تک واقف ہونے کا موقع ملا۔ اور حالانکہ اب میری حیثیت بدل چکی ہے اور لوگ مجھے بادشاہ کے نام سے مخاطب کریں گے لیکن میں اپنی حد تک تو اپنے آپ کو وہی سمجھتا ہوں جو پہلے تھا اور اسی طرح عوام کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہوں گا۔

"خدا کرے کہ مملکت برطانیہ کے گوشہ گوشہ میں امن و امن کی ہوائیں چلیں اور لوگ مطمئن اور آسودہ رہیں۔ اس طرح ہم اس قدیم روایت کو برقرار رکھیں جو ہمیں اپنے اسلاف سے ترکہ میں ملی ہیں"۔

نئے بادشاہ کے رجحانات معلوم کرنا یہ تقریر ایک وسیلہ تھی اور عوام کو جو اطمینان اس سے حاصل ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔

دوسرا موقع وہ تھا جبکہ ۹ اپریل کو ویسٹ منسٹر ابے میں ایڈورڈ نے ایک کار خیر انجام دیا۔ کنٹربری کے اسقف اعظم کے بازو کھڑے ہو کر بادشاہ نے ۱۷ بوڑھے مردوں اور ۱۷ بوڑھی عورتوں کو خیرات تقسیم کی۔

جو لوگ اس موقع پر موجود تھے ان کا بیان ہے کہ جوں ہی بادشاہ گرجا میں داخل ہوئے ان کی نظر ان نشستوں پر پڑی جو خاص

شخصیتوں کے لئے مخصوص کر دئے گئے تھے۔ یہاں مسز سمسن کھڑی تھی اور بادشاہ اسی کے چہرہ پر نظریں جمائے تھے۔ یہ ٹکٹکی اس وقت تک برابر لگی رہی جب تک کہ وہ اسقف اعظم کے بازو کھڑی نہ ہوگئی اور روپیوں کی تھیلیاں ہاتھوں میں نہ اٹھالیا!

تاڑنے والوں نے اسی وقت مستقبل تاڑ لیا۔

. . . .

وہ جریدہ جس میں دربار شاہی اور بادشاہ کی گھریلو مصروفیتیں شائع ہوئی ہیں اور جس کے اعلان سے اخبارات اپنے ناظرین تک حالات پہنچاتے ہیں ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء میں یہ خبر درج کرتا ہے:۔

بادشاہ نے قصر سینٹ جیمس میں ایک عشائیہ ترتیب دیا تھا اور حسب ذیل قابل ذکر اصحاب اس موقع پر مدعو تھے:۔

"لارڈ لوی مونٹ انریبل اسٹانلی بالڈون، مسز بالڈون کرنل لارڈ وگرام، لیڈی وگرام، رائیٹ انریبل اے ڈف کوپر، لیڈی ڈیئنا کوپر، لفٹننٹ کرنل انریبل پیرس لے، مسز لے، لیڈی کنارڈ، سرای جٹفیلڈ، لیڈی جٹفیلڈ، کرنل چارلس لنڈبرگ، مسز لنڈبرگ، مسٹر اور مسز ارنسٹ سمسن۔"

اس خبر کی اشاعت کے ساتھ ہی عوام میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ قیاسات قائم کئے جانے لگے اور ہر طرف چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔

کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں۔

اگست میں جب بادشاہ تفریح کے لئے روانہ ہوئے تو اس موقع پر مخصوص دوستوں کے حلقے میں مسز سمپسن بھی شامل تھی اور اسی وجہ سے لوگ روز بروز اپنے قیاسات میں واقعات کے قریب پہنچ رہے تھے۔

بادشاہ جہاں کہیں بھی جاتے تصویریں لینے کے لئے فوٹو گرافر ٹوٹ پڑتے اور اخبار کے نمائندوں کی بھٹ کی بھٹ لگ جاتی۔ بادشاہ اپنے دوستوں سمیت تصویریں کھینچنے کی اجازت دیتے اور ان مواقع پر بادشاہ کے بازو مسز سمپسن ہوتی۔ بادشاہ اس قسم کی تصویروں کی اشاعت کو منع نہیں کرتے بلکہ جب پولیس نے یہ حال دیکھا تو خود ہی ہر جگہ مداخلت کرتی اور فوٹو گرافروں کے کیمرے چھین لیتی یہ سمجھکر کہ بادشاہ کو اس قسم کی تصویریں ناپسند ہونگی مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ بادشاہ خود کیمرے واپس لے کر فوٹو گرافروں کو دے دیتے۔

تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ان واقعات نے عوام کو واقف کرا دیا کہ ان کا اندیشہ بیجا نہیں تھا اور بادشاہ اور مسز سمپسن میں دوستی استوار ہو چکی ہے۔

بادشاہ انگلستان واپس ہوئے اور قصر بلمورل میں ایک دعوت پر جن لوگوں کو مدعو کیا اُن میں مسز سمپسن بھی شامل تھی اخبار والے نہیں

یہ بھی شائع کیا گیا بلکہ اس کو نمایاں جگہ دی گئی کہ مسز سمپسن ریل سے جب پہنچی ہے تو اسٹیشن پر بادشاہ لینے کے لئے موجود تھے حالانکہ ان کو اس کے لئے پچاس میل کا لمبا سفر طے کرنا پڑا تھا۔ اس نے اپنی موٹر میں یہ سفر طے کیا اور سارا راستہ خود موٹر چلاتا رہا۔

کچھ دنوں بعد مسز سمپسن اپنے نئے مکان میں منتقل ہو گئی۔

۱۴ اکتوبر تک مسز سمپسن کا نام اخباروں نے ساری دنیا میں پہنچا دیا اور ہر اخبار میں اس کے حرکات اور سکنات بادشاہ کی حرکتوں کی مطابقت میں شائع ہونے لگیں۔ لوگوں کی دلچسپیاں بڑھتی گئیں اور ہر شخص نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔

ایسے موقع پر یکایک یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی کہ مسز سمپسن طلاق حاصل کرنے کے لئے عدالت میں رجوع ہوئی۔ ہر زبان پر اسی کا چرچا تھا اور ہر دماغ میں یہی خیال گھوم رہا تھا۔

گیارھواں باب

مسٹر ہمن سے طلاق کی وجہ

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ جو کچھ کہونگی سچ کہوں گی۔"

ایسو چ کی عدالت میں مسز ہمن نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے کہا۔ جسٹس سر جان انتھونی ہاک اپنے مخصوص عدالتی لباس میں نہایت متانت اور تمکنت کے ساتھ بیٹھا تھا مسز ہمن عدالت کے اس کٹہرے میں کھڑی تھی جہاں مستغیث کھڑے ہو کر قسم کھاتے ہیں باہر ایک ہجوم تھا۔ عوام اس خیال سے جمع ہوئے تھے کہ مسز ہمن کو طلاق طلب کرتے ہوئے سنیں، اخبار کے نمایندے اس لئے اکھٹے ہوئے تھے کہ بیانات قلمبند کریں، فوٹو گرافر اس لئے ٹوٹ پڑ رہے تھے کہ اچھی سے اچھی تصویر جلد سے جلد حاصل کریں اور پولیس کا پہرہ باضابطہ طریقہ پر اس لئے تھا کہ لوگوں کو روکیں

اور عدالتی کارروائی میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہونے دیں۔

وہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء کی دوپہر تھی۔

مسز سمسن کے وکیل مسٹر برکٹ نے کارروائی کا آغاز کیا:-

"مائی لارڈ" اس نے کہنا شروع کیا "میں اس مقدمہ میں مسز سمسن کی جانب سے پیروی کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں چاہتا ہوں کہ کارروائی کا آغاز فوراً ہی ہو۔"

مسز سمسن کے ہاتھ میں انجیل مقدس دی گئی اور ایک طرف پولیس کانسٹبل اور دوسری طرف عدالت کا منشی کھڑا ہوا مسز سمسن سے کہا گیا کہ وہ انجیل مقدس سر پر رکھکر قسم کھائے۔ اس کے بعد مسز سمسن سے سوالات کا سلسلہ شروع ہوا:-

"تمہارا نام والس سمسن ہے اور کیا تم اب "بیچ ہاؤس" میں رہتی ہو؟"

"ہاں"

"کیا تمہارے مقام کا پتہ ۱۶ کمبر لینڈ ٹیرس، ریجنٹ پارک ہے؟"

"ہاں"

تمہاری شادی ارنسٹ الڈرچ سمسن سے ۲۱ جولائی ۱۹۲۸ء رجسٹری آفس "چلسی" میں ہوئی تھی؟"

"ہاں"

"اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد تم سمسن کے ساتھ ۱۲۔ ایربرکلی اسٹریٹ اور برائنسٹن کورٹ لندن میں رہنے لگے؟"

"ہاں"

"کیا اس شادی سے کوئی اولاد ہوئی؟"

"نہیں"

"کیا تم اپنے شوہر کے ساتھ ۱۹۳۴ء کی خزاں تک خوشحال رہیں؟"

"ہاں"

"کیا اس کے بعد سے تمہارے شوہر کے تعلقات ناخوشگوار ہوئے؟"

"ہاں"

"وہ تبدیلی کیا تھی؟"

"وہ مجھ سے لاپروائی برتنے لگا تھا اور ہفتہ کے آخری ایام میں تفریح کے لئے تنہا جاتا تھا"

"کیا تم نے اس کی شکایت کی؟"

"ہاں میں نے شکایت کی"

"کیا اس کے بعد بھی وہ انجان رہا اور تفریحوں کو برابر تنہا جاتا رہا؟"

"ہاں"

"کیا کرسمس ۱۹۳۴ء کے دن تمہیں کوئی چٹھی سنگھار میز پر ملی"

"ہاں"

چٹھی پیش کی گئی اور جج نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد مسٹر سمسن نے کہا اس ایسٹر کے بعد ہی اس کو ایک خط ملا جس کے لفافہ پر اس کا

نام اور پتہ درج تھا حالانکہ خط کی عبارت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے شوہر سے متعلق ہے۔ خط پڑھنے کے بعد وکیل نے سلسلہ استفسار جاری رکھا۔

"کیا اس کے بعد تم نے اپنے وکیل سے اس بارہ میں مشورہ کیا؟"

"ہاں"

"کیا وہ تمہاری ایما سے تمہارے شوہر کی نگرانی کرنے لگے؟"

"ہاں"

"کیا وکیلوں نے اپنی اس نگرانی کے نتائج تم سے بیاں کئے؟"

"ہاں"

"کیا ان ہی نتائج کی بنا پر تم نے موجودہ درخواست کی ہے؟"

"ہاں"

"کیا ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء کو تم نے اپنے شوہر کے تم نے یہ خط لکھا تھا؟" وکیل نے ایک خط مسز سمن کے ہاتھ میں دیا اور کہا "اس کو پڑھو"

مسز سمن نے آہستہ سے خط پڑھا۔ لکھا تھا۔

"پیارے ارنسٹ"

مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم ایک عورت کے ساتھ "برے ہوٹل" میں مقیم ہو حالانکہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک کاروباری سلسلہ میں تمہیں باہر جانا ہے

یقیناً تمہیں اس کا احساس ہونا چاہیئے کہ میں اس قسم
کی چیزیں نظر انداز نہیں کر سکتی اور یہ کہ ان حالات
کے تحت تمہارے ساتھ رہنا ناممکن ہے۔ اس واقعہ
سے میرے شبہات یقین سے بدل جاتے ہیں اور اسی
لئے میں اپنے وکیلوں کو اس بات کی پیروی پر مامور
کر رہی ہوں کہ وہ طلاق کی درخواست کریں،،
مسز سمس نے تصدیق کی کہ یہ خط اسی نے لکھا تھا
پھر وکیل نے ایک رجسٹریشن فارم اس کے ہاتھ میں دیکر پوچھا
"ذرا اس فارم کو دیکھا ——— کس کے دستخط ثبت ہیں؟"
"مسٹر سمس کے"
"تمہارے شوہر کے"
"ہاں،،"
"کیا وہ ارنسٹ ارتھر سمس کا نام ہے"
"ہاں،،"
"وکیل نے تعظیماً سر جھکایا اور کہا "شکریہ"۔ مسز سمن اپنی
جگہ پر واپس آکر بیٹھ گئی۔
گواہان کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے "برے" کی ہوٹل
ڈی پیرس کا ویٹر بلایا گیا۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ ۲۱ جولائی ۱۹۲۶ء
کو کمرہ نمبر چار کی نگرانی اس کے تفویض تھی جس میں ایک مرد اور ایک

عورت ٹھیرے ہوئے تھے۔ اس نے ان کے آگے ناشتہ پیش کیا تھا۔

ویٹر نے یہ بھی تصدیق کی کہ جن افراد کو اس نے ہوٹل میں ناشتہ پیش کیا تھا وہ وہی ہیں جن کو وہ اس کے ساتھ "ڈینیٹے بسکالیا" نے ۳۰ جولائی کو وکیلوں کے کمرے میں دیکھا تھا۔

مسٹر وائٹ نے مسز سمس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ویٹر سے پوچھا "کیا یہی وہ عورت ہے؟"

"نہیں" ویٹر نے جواب دیا۔

دوسرے گواہ "ڈینیٹے بسکالیا" نے بھی کہا کہ اس نے "ہوٹل ڈی پیرس" کے کمرہ نمبر ۴ میں ایک مرد اور ایک عورت کو جو ساتھ ہی ٹھیرے ہوئے تھے کھانا پیش کیا تھا۔ مسٹر وائٹ نے ایک تصویر ویٹر کو دکھائی جس میں علاوہ دوسرے افراد کے مسٹر سمس بھی شامل تھے اور پوچھا "کیا تم اس گروپ میں سے کسی ایک کو بھی پہچان سکتے ہو؟"

ویٹر نے مسٹر سمسن کی نشاندہی کی اور کہا کہ یہی وہ شخص تھا جو ہوٹل میں عورت کے ساتھ مقیم تھا۔

تیسرا گواہ پیش ہوا۔ اس کا نام کرسچین ہیسلر تھا اور یہ بھی ہوٹل ہی کا ملازم تھا۔ اس نے بھی تصدیق کی کہ ۲۱ جولائی ۱۹۳۶ء کو ایک مرد اور ایک عورت ہوٹل میں قیام کے لئے آئے تھے اور اس نے ہی انھیں کمرہ نمبر ۴ میں پہنچایا تھا۔

"کیا اس شخص نے رجسٹریشن فارم پر دستخط کئے تھے؟" مسٹر نے

دریافت کیا

"ہاں"

"کیا تم نے اسے یقین کیا ہے؟"

"ہاں"

"کیا تم نے اس مرد کو اپنی آنکھوں سے دستخط کرتے ہوئے دیکھا تھا؟"

"ہاں"

اس کے بعد وکیل کھڑا ہوا اور جج کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"اس شہادت کی بنا پر میں طلاق کی ڈگری کی درخواست کرتا ہوں"

"ٹھیک ہے" جج نے کہا "میں خیال کرتا ہوں کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے"

"تو پھر طلاق کی ڈگری دلا دی جائے"

"ہاں عدالت کا فیصلہ یہی ہے اور وہ دلا دی جائے گی"

"شکریہ! مائی لارڈ"

مسز سمس نے فوراً ہی جانے کی اجازت چاہی اور بہت جلد عدالت کے ایسے دروازہ سے نکلی جہاں پولیس کا معقول انتظام تھا۔ دروازہ وہیں سے ابھی نکلی ہی نہ تھی کہ اخبار کے نمائیدوں اور فوٹوگرافروں نے راستہ روک لیا لیکن چونکہ وہ نہ بیان دینا چاہتی تھی اور نہ تصویریں اس نے پولیس کی مدد مانگی اور اس طرح وہ سب سے

الگ ہو کر جان چھڑا کر بھاگی۔ موٹر کے ساتھ متعدد فوٹو گرافر اپنی موٹریں دوڑا رہے تھے لیکن ان سب کو ناکامی ہوئی۔ وہ سیدھی فیلکسٹو پہنچی اور وہاں تھوڑا قیام کر کے اپنی رہائش گاہ کمبرلینڈ ٹیرس پہنچی۔ گھر پر مسز سمپسن نے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ کسی ملاقاتی کا کارڈ کو اس تک نہ پہنچائیں۔ نہ ٹیلیفون ملائیں اور نہ استفساری خطوط پیش کریں۔ وہ تنہائی، سکون اور آرام چاہتی تھی اور ہنگامہ اور انتشار کو ناپسند کرتی تھی اس لئے اس نے چند روز اطمینان کے ساتھ گذارنے کا فیصلہ کیا۔

لیکن خدا بھلا کرے اخبار کے نمائندوں کا کہ وہ رائی کا پربت بنانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ٹیلیفون، ٹیلیگراف اور لاسلکی کے ذریعہ ساری دنیا میں طلاق کی خبر مشہور ہو گئی اور اخبارات پہلے صفحہ پر اس سنسنی خیز خبر کو نمایاں جگہ دینے لگے۔ امریکہ میں اس زمانہ میں انتخابات کی گرم بازاری تھی مگر مسز سمپسن کے طلاق کا ذکر زیادہ پھیلایا گیا۔ یورپ میں اندرونی جنگ ہو رہی تھی اور سیاسی معاملات نازک صورت حال اختیار کر رہے تھے مگر مسز سمپسن کی اطلاعات نے ان سب کو پس پشت میں ڈال دیا۔

لندن کی گلی کوچوں میں " مسز سمپسن مسز سمپسن مسز سمپسن۔" ہی کے چرچے تھے۔ لوگ اس کا ذکر اس طرح کرتے تھے گویا کہ سوائے اس کے حالات معلوم کرنے کے

انھیں کوئی اور کام ہی نہیں ہے۔
جتنا زیادہ شہرہ ہوتا گیا اتنا ہی زیادہ اخباروں میں مسز سمسن کا ذکر ہونے لگا۔ خبریں، مضامین اداریے، تنقید، تبصرہ غرض آن کی آن میں سب ہی کچھ لکھا جانے لگا۔ اخبار نویس، مطبع والے، ناشر، اور کتب فروش سب کے سب اپنی توجہ کو مسز سمسن پر ہی مرکوز کر رکھے۔
"بادشاہ کا دل مسز سمس کے زلف گرہ گیر میں اسیر ہو گیا ہے"
اطلاعیں گشت کرنے لگیں" بادشاہ اور مسز سمسن شادی کریں گے
بادشاہ ایک امریکی نژاد عورت کو ملکہ انگلستان بنانا چاہتا ہے۔"

. . .

بارھواں باب

رومان

طلاق کے بعد ہی سے یہ سوال نہایت اہم ہوگیا کہ " آیا ایڈورڈ ہشتم مسز سمپسن سے شادی کریں گے ؟ "

اس سوال کے مختلف حصے کئے گئے —— اگر یہ شادی ہو گئی تو کیا مسز سمپسن جو امریکی نژاد ہیں ملکہ انگلستان ہوں گی یا نہیں ؟ —— اگر شادی ہو گی تو کب ؟ —— کیا وہ باقاعدہ اور باضابطہ کہلائی جائے گی ؟ —— یہ رسم کہاں ادا ہو گی ؟ —— اور کون ادا کرے گا ؟

دوسرا پہلو یہ تھا کہ کہیں ایڈورڈ ہشتم محبت کی خاطر تخت سے دست بردار تو نہیں ہو جائیں گے ؟

دنیا جانتی ہے کہ دونوں کے دل رشتہ الفت میں اس طرح

گندھے ہوئے ہیں کہ علیحدہ علیحدہ نہیں کئے جاسکتے ــــــ محبت
جس میں جمود و انتشار، موقع اور محل، موزوں اور غیر موزوں، شخصیت
اور وجاہت کا کوئی سوال نہیں، ایسی محبت کے چنگاریاں دونوں
کے دلوں میں بھڑک چکی ہیں۔

ایڈورڈ، وہی جو کبھی "ناکتخدا شہزادہ" کے نام سے پکارا جاتا
تھا اور گو کہ جس نے ہزاروں لڑکیوں سے دوستی پیدا کی، سینکڑوں
کے ساتھ رقص کیا، اور بہت سوں کے ساتھ خلوص بڑھایا لیکن
شادی کسی سے نہیں کی محض اس وجہ سے کہ وہ بغیر محبت کے شادی
کرنا نہیں چاہتا تھا اور محبت اسے کسی سے ہوئی نہ تھی ــــــ
ہاں اسی شہزادہ کے دل پر اب کام دیو کا تیر پیوست ہوگیا، محبت کا
مزہ وہ اب چکھ چکا ــــــ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک دفعہ الفت
کا مزہ چکھنے کے بعد کون ہے جو اسے بھلا دے اس لئے یہ توقع
رکھنا کہ وہ اُسے بھلا دے گا جس کے نقوش اس کے دل پر ایسے
گہرے مرتسم ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے ایک
غلط فہمی ہے۔

ایڈورڈ کوئی بچہ نہیں ہے، اور نہ کوئی دل پھینک نوجوان
ہے۔ نہ وہ ایسی رنگیلی طبیعت رکھتا ہے کہ ہر رنگین پھول سے
بھونرے کی طرح دل بہلائے، اور نہ وہ اتنا غیر سنجیدہ ہے اتنا
سب کچھ محض ایک وقتیہ تفریح سمجھ کر کرے۔

محبت بھرا دل چٹان سے زیادہ مستقل ہوتا ہے، محبت بھری آنکھ منزل کی دشواریوں کو نہیں دیکھتی، محبت بھرا دماغ الجھنوں سے پریشان نہیں ہوتا، اور محبت بھری ہمت آگے ہی قدم بڑھانے کا فیصلہ کرتی ہے۔

۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کے ٹھیک چھ مہینے بعد مسز سمن کی طلاق کی ڈگری کی مدت قانوناً مکمل ہو جائے گی اور ساتھ ہی وہ ساری ازدواجی زنجیروں سے چھٹکارا پائے گی۔ اس وقت اسے آزادی حاصل ہوگی اور اس قابل بھی ہو سکے گی کہ کسی دوسرے مرد سے اگر چاہے تو شادی کرے۔

تو کیا اس مدت کے بعد وہ شادی کرے گی ——— اور اگر کرے گی تو کس سے؟ ایڈورڈ سے ——— کیا یہ ممکن ہے؟ —

برطانوی دستور کے مطابق بادشاہ کسی رومن کیتھالک لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا اور یہ قانون "ل آف رائیٹس" کے نام سے ۱۶۸۹ء میں نافذ ہوا تھا۔ اگر انگلستان کا بادشاہ اس کے خلاف ورزی کرے یعنی کسی رومن کیتھالک لڑکی سے شادی کرے تو اس کو تخت سے دست بردار ہونا پڑے گا اور اس کے بجائے قریب ترین پروٹسٹنٹ وارث تخت کا مالک ہوگا۔

مسز سمن کیتھالک فرقہ سے تعلق نہیں رکھتی۔

اس لئے یہ قانون بادشاہ کو اس سے شادی کرنے سے نہیں روک سکتا۔

یہ صحیح ہے کہ مسز سمپسن ایک معمولی گھرانے کی لڑکی ہے لیکن قانوناً انگلستان کے بادشاہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی بادشاہ زادی ہی سے شادی کرے۔

اس لئے یہ اعتراض بھی شادی کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔

اب رہا گرجا سو اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس کی رضامندی اس خصوص میں لازمی ہے کیونکہ کنٹربری کے اسقف اعظم ہی یہ رسم ادا کرتے ہیں۔

اسقف اعظم سے جب مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی عورت طلاق لے لے اور چاہے کہ کسی دوسرے مرد سے دوبارہ شادی کرلے تو اگر اس کا پچھلا شوہر زندہ ہو تو گرجا دوسری شادی کو مذہبی نقطہ نظر سے درست نہیں سمجھ سکتا۔

اور یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس کی بناء پر اسقف اعظم نے ایڈورڈ اور مسز سمپسن کی شادی کی رسم ادا کرنے سے انکار کردیا۔

لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ آئے دن اس قسم کی شادیاں ہوتی رہتی ہیں۔

. . . .

بادشاہوں نے محبت کی ہے ـــــ ہاں بادشاہوں اور

شہزادیوں نے محبت کی ہے، انہوں نے بعض دفعہ اندھی محبت بھی کی کہ حسن کے آگے کوئی مزاحمت اور کوئی رکاوٹ قائم نہیں رہ سکی، اپنے جوش و خروش میں انہوں نے دنیا اور دنیا والوں کو کچھ اس طرح متاثر کیا کہ وہ سب ان کے ہمنوا ہو گئے، اپنے فیصلہ پر وہ اس قدر سختی کے ساتھ قائم رہے کہ آخر دنیا ہی کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا، اور رعب شاہی سے انہوں نے اس درجہ عوام کو مرعوب کیا کہ آخر وہی ہوا جو کچھ وہ چاہتے تھے۔

لیکن دنیا کی تاریخ میں بعض ایسے واقعات بھی نظر آتے ہیں کہ بادشاہوں نے دل کیا دیا سلطنت بھی کھو دی۔ کتنے ایسے واقعات نہیں گذرے کہ حسن کی بارگاہ میں عشق نے تاج شاہی کی نذر نہ پیش کی ہو، کون نہیں جانتا کہ عشق کی بدولت سلطنتوں کی کایا پلٹ ہو گئی اور کسے علم نہیں کہ عشق میں امتیاز ما و تو نہیں ہوتا۔ بادشاہ اور فقیر برابر ہیں اور دولت مند اور مفلس یکساں ہیں۔ جس طرح شہزادہ شہزادی سے محبت کر سکتا ہے بالکل اسی طرح وہ بھکارن سے بھی محبت کر سکتا ہے کیونکہ محبت کی دنیا میں طبقے، فرقے اور درجے نہیں ہوتے۔ یہ حدود تہذیب و تمدن، معاشرت اور روایات کے بنائے ہوئے ہیں ان کا تعلق انسانیت سے نہیں ہے اور جب محبت کی جاتی ہے تو بحیثیت انسان کی جاتی ہے جس کو سماج کے بدلنے والے رسوم و رواج سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

———•———

تیرھواں باب

مستقبل

مسز سمپسن کے مستقبل سے متعلق پیشین گوئی کرنا آج کل کے ہر مفکر کا فرض سا ہو گیا ہے۔ گذشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر ساری قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ بادشاہ کی محبت کا اٹل فیصلہ وہی تھا جبکہ وزیر اعظم نے تاج یا عورت دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کے لئے کہا تھا اور ایڈورڈ نے عجیب و غریب مستقل مزاجی سے کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی محبت ہی کے حق میں فیصلہ کیا۔ برطانیہ کی بادشاہت جس کی مملکت میں سورج نہیں ڈوبتا کو نظر انداز کر دینا معمولی دل و دماغ رکھنے والے انسان کا فعل نہیں۔

عجیب ترین واقعہ تو یہ ہے کہ ایڈورڈ نے مسز سمپسن کے لئے تخت و تاج چھوڑ دیا اور لوگ آج پیشین گوئی کر رہے ہیں کہ وہ

مسز سمس سے شادی نہیں کر سکے گا۔ یہاں ہم ان کی تمام پیشین گوئیوں کو نقل کر کے وقت ضائع نہیں کریں گے کہ جو ہم تک حال حال ہی میں پہنچی ہیں بلکہ صرف ایک ہی پیشین گوئی کے نقل کرنے پر اکتفا کریں گے جو مسز کیمبل جیسی شہرۂ آفاق ہستی کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔

مسز کیمبل جن کی وفات حال ہی میں ۸۲ سال کی عمر میں ہوئی پیشین گوئیوں کے سلسلہ میں بہت زیادہ قابل اعتماد سمجھی جاتی ہیں تھے انہوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایڈورڈ مسز سمسن سے شادی نہیں کریں گے بلکہ وہ یورپ کی کسی شہزادی کو اپنا شریک حیات بنائیں گے۔

ہم یہاں اس پیشین گوئی پر تنقید نہیں کریں گے بلکہ مستقبل کا انتظار کریں گے ——

تمت